

تین روز چترال کی وادیوں میں

(سفر نامہ)

شہروں اور ملکوں کی سیر کرو، پچھلی قوموں کے آثار و باقیات سے عبرت کپڑو اور ان کے عروج و زوال کا کھونج لگاؤ۔ خدال تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی ان نشانیوں پر غور کرو جو زمین کے چھپے چھپے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یعنی کسی بھی جائز مقصد کے لئے سفر کرنا جائز ہے، خواہ روز گار کے لئے ہو یا تفریح کے لئے؛ البتہ دینی مقاصد کے لئے سفر کرنے کی خصوصی فضیلت ہے، یہ سفر بعض حالات میں واجب ہے اور بعض حالات میں مستحب، دین کا علم حاصل کرنا، دین کی دعوت دینا، احکام شریعت کی تحقیق کرنا، عبرت و موعظت کے لئے کسی خاص جگہ پر جانا یہ سب دینی مقاصد میں شامل ہے۔

اَرْ قَلْمَنْ: قاریٰ مُحَمَّدٰ كَرَامٰ عَفَرِ الْمَهَا

فیض لاقرآن! مدرسۃ ادھر وال ضلع چکوال



تین روز چترال کی وادیوں میں

سفر انسانی زندگی کیلئے ضروری ہے

زندگی میں ہر شخص کو کسی نکسی ضرورت کے تحت سفر کرنا پڑتا ہے۔ سفر کے دوران انسان کو جہاں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے ویں پر اس کو مختلف آثار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سفر انسانی زندگی کے لیے بہت ہی ضروری ہے۔ انسان روزمرہ کی ضروریات کی تکمیل، معاش کی حصولیابی اور رشتہ داروں سے ملاقات کی غرض سے نقل مکانی کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے اس کے لیے بہت سی خصیتیں دے رکھی ہیں۔ اس سلسلے میں چند آداب درج ذیل ہیں:

آداب سفر

مسافر کے لیے متحب ہے کہ سفر سے پہلے وصیت لکھ لے، جس کے اندر آپسی حقوق و معاملات کیوضاحت کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے: ”کوئی بھی مسلمان جو وصیت کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ رات گزارے، مگر یہ کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی ہو۔“ (صحیح بخاری)

مسافر سفر کرنے سے پہلے اہل خانہ کے نان و نفقة کا انتظام کر دے۔ جمہور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ بیوی اور بچوں کا ننان و نفقة شوہر پر واجب ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس

سلسلے میں کوتاہی کرے۔

مسافر پر ضروری ہے کہ سفر شروع کرنے سے پہلے والدین سے اجازت طلب کرے۔ اگر والدین اجازت دیں تو سفر شروع کرے ورنہ سفر سے باز رہے۔

مسافر بحال سفر بہتر ساتھی کی مصاہجت اختیار کرے۔ ارشاد نبوی ہے: ”تم مومن کی ہی صحبت اختیار کرو اور تمہارا کھانا صرف متقدی شخص ہی کھائے۔“ (سنن ابو داؤد، سنن ترمذی) اسی طرح سے ایک حدیث کے اندر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپھے ساتھی کی مثال عطر فروش اور بڑے ساتھی کی مثال لوہار سے دی ہے۔ (صحیح بخاری)

جماعات کے دن سفر کا آغاز منتخب ہے۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مطابق بنی صلی اللہ علیہ وسلم جمادات کے علاوہ دیگر ایام میں بہت ہی کم سفر کے لیے نکلا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

مسافروں کے لیے منتخب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں تاکہ اس کی رہنمائی میں منزلِ مقصود بخوبی پہنچا جاسکے۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جب لوگ سفر پر نکلیں تو اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں۔“ (سنن ابو داؤد)

جب سفر کے لیے گھر سے نکلے تو یہ دعائیں پڑھے بالخصوص دروازہ سے باہر نکلتے ہی یہ

دعاء پڑھے:

بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ وَتَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ أَلَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ تَنْزِلَ أَوْ نُنْزَلَ أَوْ نُضَلَّ أَوْ نُضَلَّ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نُظْلَمَ أَوْ نَجْهَلَ أَوْ نَجْهَلَ عَلَيْنَا أَحَدٌ.

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو اپنی سواری پر چڑھتے اور تین بار اللہ اکبر کہتے۔ پھر یہ دعا پڑھتے: سُبْحَانَ اللَّهِ الَّذِي

سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا الْمُنْقَلِبُونَ۔ اس کے بعد آپ یہ دعا پڑھتے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِي هَذَا مِنْ أُلْبِرِ وَالْتَّقْوَى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرَضَى اللَّهُمَّ هَوْنُ عَلَيْنَا الْمَسِيرَ وَاطُو عَنَّا بُعْدَ الْأَرْضِ اللَّهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ اللَّهُمَّ اصْحِبْنَا فِي سَفَرِنَا وَاحْلُفْنَا فِي أَهْلِنَا ﴿١٣٢﴾ صحیح مسلم:

اور آیۃ الکرسی اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكُفَّارُ وَنَ سے قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْجَمَائِسِ تک مثبت کے سوا پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے پھر آخر میں ایک بار بسم الدشیریف پڑھ لے، راستہ بھرا نشاء اللہ حادثات وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

مسافروں کو بحالت سفر آرام کے غرض سے کسی جگہ رکنا ہو تو اکٹھار میں اور دور مفترق نہ ہوں۔ کیونکہ بعض صحابہ کرام بحالت سفر آرام کے غرض سے کسی جگہ رکتے تو دور وادیوں میں پھیل جاتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان گھاٹیوں اور وادیوں میں تمہارا پھیلنا شیطان کی جانب سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ کرام اس کیفیت سے قیام کرتے تھے کہ اگر ان پر ایک کپڑا پھیلادیا جائے تو اس کپڑا تلے تمام افراد آجائیں۔ (سن ابو داؤد)

مسافروں کو بحالت سفر کسی جگہ آرام کی غرض سے ٹھہرنا ہو تو حدیث سے ثابت شدہ دعائیں پڑھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دورانِ سفر کسی جگہ آرام کی غرض سے اترتے تو یہ دعا پڑھتے: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور اس کا فائدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ جب تک انسان اس جگہ سے کوچ نہ کر جائے اس کو کوئی بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (صحیح مسلم) نشاء اللہ ہمارے امیر صاحب اس دعا کا بہت زیادہ اہتمام سے اس منکورہ دعا کا اور دفر ماتے۔

مسافر کے لیے ایک منتخب امر یہ ہے کہ سواری جب بلندی پر چڑھتے تو ”اللہ اکبر“

کہے اور پست زمین یا وادی میں اترے تو ” سبحان اللہ“ کہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”جب ہم دوران سفر بلند جگہ پر چڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور پست زمین یا وادی میں اترے تو سبحان اللہ کہتے۔ (صحیح بخاری)

بحالت سفر انسان کو بکثرت دعا کرنی چاہیے۔ کیوں کہ سفر دعا کی قبولیت کا ایک اہم وقت ہوتا ہے۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”تین دعائیں مقبول ہوتی ہیں، اس کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے: مظلوم کی بد دعا، مسافر کی دعا اور لڑکے کے حق میں اس کے والد کی بد دعا۔“ (سنن ابو داؤد)

ضرورت کی تکمیل کے بعد انسان اپنے آبائی وطن کی واپسی میں جلدی کرے۔ ارشاد نبوی ہے: ”سفر عذاب کا ایک حصہ ہے جو انسان کو کھانے پینے اور نیند سے روکتا ہے۔ جب تمہاری ضرورت پوری ہو جائے تو اپنے اہل خانہ کی طرف جلد وابس آجائو۔“ (صحیح بخاری)

مسافر کے لیے سفر سے واپسی کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ دعاؤں کو پڑھنا چاہیے۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو ہر اوپنجی زمین پر تین بار تکبیر پکارتے اور کہتے:

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ، أَيْبُونَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَأْلِيْبُونَ عَابِدُونَ لِرِبِّنَا حَامِدُونَ﴾ (صحیح بخاری)

مسافر کے لیے ایک منتخب امر یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے وقت اپنے محلے کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو سب سے پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (صحیح بخاری)

مسافر کو چاہیے کہ دورانِ سفر شریعت کی رخصتوں کو اختیار کرے۔ جیسے نمازوں کا قصر کرنا، موزوں پر مسح کی مدت میں اضافے کو اختیار کرنا، جمع بینِ اصولوں تین اور ایام صوم میں افطار کرنا اور روزے سے نہ رہنا وغیرہ وغیرہ۔ سفر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان انوں پر عبادات کی تخفیف کی ہے؛ چنانچہ سفر میں نمازوں کو قصر ادا کرنا سنت نبوی شریف ہے، یکونکہ بنی اسرائیل کی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”اللہ تعالیٰ رخصتوں کو اختیار کرنے کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح سے معصیت کے کاموں کی انجام دہی کو ناپسند کرتا ہے۔“ ﴿مسند احمد﴾

بہت سے لوگ سفر پر اکیلے روانہ ہو جاتے ہیں۔ انسان کو حتیٰ المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ سفر میں اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ساتھی موجود ہو اور اس کو اکیلے سفر کرنے سے ممکن حد تک گریز کرنا چاہیے۔ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ بنی کریم ﷺ نے فرمایا جتنا میں جانتا ہوں، اگر لوگوں کو بھی اکیلے سفر (کی برائیوں) کے متعلق اتنا علم ہوتا تو کوئی سواررات میں اکیلہ سفر نہ کرتا۔

سفر کی صعوبتوں اور تکالیف کو خنده پیشانی سے برداشت کرنا یقیناً مرد انگی ہے۔ بنی کریم ﷺ سفر کی صعوبتوں کو بڑی خنده پیشانی کے ساتھ برداشت کیا کرتے تھے۔ سفر کے دوران اگر انسان کسی مشکل کا شکار ہو جائے اور اس سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آرہی ہو تو ایسی صورت میں انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں آ کر خلوص سے دعا مانگنی چاہیے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مسافر بندوں کی دعاؤں کو قبول و منظور فرماتے ہیں۔ سفر میں اپنے وسائل کا درست استعمال کرنا اور اضافی اشیائے خور و نوش کو ضرورت مندوں کو فراہم کرنا باعث برکت اور رُواب ہے اور اس میں بخیلی کا مظاہرہ کرنا کسی بھی طور پر جائز اور درست نہیں۔ سفر کو مکمل کر کے ہر انسان اپنے گھر پہنچنے کے لیے بے تاب ہوتا ہے اور اپنے گھر پہنچنے کا احساس انسان کو نہیں ہمت اور نہیں تو انہی فراہم کر دیتا ہے۔ اگر سفر پر جانے سے قبل اور

واپسی پر آتے ہوئے کتاب و سنت کی تعلیمات پر عمل کر لیا جائے تو یقیناً انسان کا سفر ہر اعتبار سے اس کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹنے کا سبب بن سکتا ہے۔

آغازِ سفر

زندگی کے سفر میں ایسے بہت سے سفر آتے ہیں جو ہمیں ایک سے دوسرے مقام تک لے جاتے ہیں۔ ہم سب بھی نہ کبھی، بھی نہ کہیں آمد و رفت کا حصر ضرور بنتے ہیں۔ تاہم سفر کی نوعیت ہر بار مختلف ہو سکتی ہے اور ایک سی بھی۔ کچھ افراد روزانہ کی بنیاد پر چند گھنٹوں کا سفر کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ افراد چند مہینوں یا سال میں ایک دو بار سفر سے نبرد آزمائھوتے ہیں۔ اور سفر خوشگوارت ہوتا ہے جب آپ اسے پسند کریں۔ جبکہ سفر سے افسوس و اے افراد نہ صرف اسے بوربنا دیتے ہیں۔ بلکہ اپنی طبیعت خراب کر لیجھتے ہیں۔ مزید برال، متعدد افراد طبیعت پر گراں گزرنے کی بناء پر سفر سے پر ہیز کرتے ہیں۔ علاوہ ازاں، ہر سیزن میں سفر کرنے کا لطف الگ ہے۔ جیسا کہ گرمی میں ٹھنڈی ہوا کا اپنا احساس ہے۔ اور سردی میں دھوپ کا اپنا مزہ۔

ہر شہری کی ضرورت

شہر کے رہنے والے ہر باسی کی طرح مجھے اور میرے خیال سے میرے رفقاء کو بھی قدرتی حسن بہت بھاتا ہے یوں گاہے بہ گاہے پاکستان کے خوبصورت پہاڑی علاقوں کا چکر لگتار ہتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ ہر شہری کی ضرورت بھی ہے کہ شہر کا دھوئیں اور دھول سارا سال اپنے سینوں میں پھانک پھانک کر سال میں ایک دفعہ شہر کے شور سے دور قدرتی، خوبصورت اور پر فضاء مقام کا چکر اور بھی لازم اور ضروری ہو جاتا ہے تاکہ پھیپھڑوں کی

صفات صفائی بھی ہو جاتی ہے اور پر فضاء مقام سے دل بھی معطر ہو جاتا ہے۔ شہر کے رہنے والے کار و باری حضرات کے ساتھ ساتھ ہم لوگ بھی بھی بھی حب گنجائش یہ فرض پورے خشوع و خسوع کے ساتھ نہ ہاتے ہیں۔ یہ ذکر کسی ایک شہر یا کسی ایک علاقہ کے بارے میں نہیں بلکہ پورے پاکستان کے بائیوں کا ہے۔ اس کا اندازہ پاکستان کے شمالی علاقوں جات کی سیر کو آنے والے لاکھوں سیاحوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ اور مقام سیاحت کا خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ پیل سفر، کچھ پہاڑوں پر چڑھنا بھی ہو تو زیادہ مزہ آتا ہے۔ اور ہم سب ساتھیوں نے مشورہ کیا اور اوڈھروں وال چوک سے ہی قاری حفیظ الرحمن صاحب کو امیر سفر منتخب کر لیا بہر حال بندہ ناچیز اور مولانا قاری حفیظ الرحمن صاحب دامت برکاتہم، اور مولانا قاری محمد اود صاحب مدظلہ اور بھائی محمد تو صیف صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ ہم چار افراد نے 13 ذوالحجہ 1444 ہجری بمطابق 2 جولائی بروز اتوار کو صبح 7 بجے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ذکر و دعاؤں کے ساتھ اپنے شہر چکوال سے اسلام آباد کی طرف عازم سفر ہوئے

بقول شاعر:

ڈرہم کو بھی لگتا ہے رستے کے سناٹ سے
لیکن ایک سفر پر اے دل اب جانا تو ہو گا



سفر میں دھوپ تو ہو گی جو چل سکو تو چلو
بھی میں بھیڑ میں تم بھی مکل سکو تو چلو

چکدرہ کے میزان

ہم سب ساتھی الحمد لله خیر و عافیت کے ساتھ قریباً 10:20 پر چکدرہ شہر میں داخل

ہوتے۔ چکدرہ (اردو اور پشتو کا مجموعہ ہے چکدرہ) پاکستان میں خیرپختونخواہ کے ضلع لوڑ دیر کا ایک شہر ہے۔ یہ شہر ایک تعلیمی مرکز اور سوات موڑوے کے لیے مالاکنڈ ڈویژن کے گھبٹ وے کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ مالاکنڈ کے شمال میں دریائے سوات کے سینگم کے قریب دریائے پنجکوڑہ کے ساتھ ضلع سوات کے داخلی دروازے کے قریب اور لوڑ دیر کے داخلی راستے پر کمانڈنگ پوزیشن میں واقع ہے۔ یہ پشاور سے تقریباً 130 کلو میٹر (81 میل) اور میانگورہ سے 40 کلو میٹر (25 میل) کے فاصلے پر ہے۔ سوات موڑوے مالاکنڈ ڈویژن کو چکدرہ انٹرچینج کے ذریعے ملاتی ہے۔

وہاں ایک ساتھی سید نواب صاحب ہمارے متنظر تھے جو ہمارے حضرت قاری صاحب کے معتقد اور محبت رکھنے والے ساتھی ہیں جو کافی عرصہ سے قاری صاحب کو چکدرہ آنے کی دعوت دے رہے تھے، ہم ان کے مہماں تھے۔ میزان مہماں کا خندہ پیشانی سے استقبال کرتا ہے۔ وہ زائرین، اجنی اور مہماں کی تفریح اور آرام کا خیال بھی رکھتا ہے۔ عربی زبان میں مہماں کو ضیوفت کہتے ہیں اور میزان کو مضیف۔

مہماں کیلئے اسلامی تعلیمات

ویسے اردو کی نئی لغت میں مہماں کا معنی آج کل جو بتایا جاتا ہے کہ جس کے آنے سے خوشی ہوتی ہے اور پلے جانے سے او بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ آج کل کامعاشرہ کچھ اسی نوعیت کا ہے۔ مگر اسلامی تعلیمات کی بات ہی کیا ہے۔ اسلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ مہماں کے آنے پر محبت اور خوشی و مسرت کا اظہار کیجئے اور نہایت خلوص اور خوش دلی اور وسعت قلبی اور نہایت عزت و اکرام کے ساتھ اس کا استقبال کیجئے۔ سرد مہری، بے رخی، تنگ دلی اور ناگواری کا اظہار ہرگز نہ کیجئے۔ خصور کا ارشاد ہے کہ؛ ”جو لوگ خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتے

یہ انہیں اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے۔ یاد رہے کہ خاطر تواضع میں وہ ساری باتیں اور سارے سلوک شامل ہیں جو مہمان کے اعزاز و اکرام، آرام و راحت، سکون و مسرت اور تسلیکین جذبات کے لیے ضروری اور لازمی ہیں۔ مثلاً خوش روئی و خوش اخلاقی سے پیش آنا، بھنسی خوشی کی باتوں سے دل بہلانا، عزت و اکرام کے ساتھ بیٹھنے لیٹنے کا انتظام کرنا، اس کی آرام اور ضرورتوں کا خیال رکھنا، اپنے گھروالوں اور دوسرے دوستوں سے اسے متعارف کرانا، نہایت خوش دلی اور خوش مذاقی کے ساتھ اس کے ساتھ برتاؤ کرنا، اس کے بھانے پینے کے لیے فراخ دلی سے کام لینا اور بہ نفس نفس خاطر و مدارات میں لگے رہنا یہ ساری باتیں مہمانوں کے اکرام میں شامل ہیں۔

جس کے یہاں بھی مہمان بن کر جائیں پوری کوشش کریں کہ تین دن سے زیادہ نہ رکیں۔ اگر کوئی خاص کام اور ضرورت ہو تو اور بات ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ؛ ”مہمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ میزبان کے یہاں اتنا ٹھہرے کہ اس کو پریشانی میں بٹلا کر دے۔“ اور رخصت کے وقت نیک اور دین دار مہمان سے اپنے حق میں دعا کی درخواست ضرور کرنی چاہیے۔ جب کسی کے یہاں دعوت میں جائیں تو بھانے پینے کے بعد میزبان کے لیے روزی میں برکت و کشادگی اور رحمت و مغفرت کی دعائیں کریں۔ حضرت ابو لہیش رضی اللہ عنہ بن تیہان نے حضور ﷺ کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت کی، جب بھی لوگ بھانے سے فارغ ہوتے تو نبی ﷺ نے فرمایا! اپنے بھائی کو صلدہ دو! صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: صلدہ کیا دیں؟ یا رسول اللہ ﷺ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے بھائی کے یہاں جائے اور وہاں بھائے پسے تو اس کے حق میں خیر و برکت کی دعا صلدہ کر کرے۔ یہی اس کا صلدہ ہے۔ جب میزبان کے گھر سے چلنے لگیں، تو یہ دعا پڑھیں:

اللَّهُمَّ، بَارِكْ لَهُمْ فِي مَا رَزَقْتَهُمْ، وَأَغْفِرْ لَهُمْ وَأَرْحَمْهُمْ

اے اللہ! ان کے رزق میں برکت عطا فرم اور ان کو خوش دے اور ان پر حمد فرم۔

(الجامع الترمذی، حدیث نمبر: 3576)

بہر کیف! بھائی سید محمد نواب صاحب کے ساتھ، ان کے قصبه چیخو گئے جو چکدرہ سے انداز پانچ، چھ کلو میٹر دور ہوا۔ وہاں پر ہمارا قیام دو گھنٹے کے دورانیہ پر محیط تھا سب ساتھیوں نے ان کی پر غوص میزبانی کا خوب لطف اٹھایا اور آخر میں بچل فروٹ کے ساتھ بھی خوب خوب انصاف کیا۔ اللہ کریم ان کو جزاۓ خیر عطا فرمائیں۔ ان کے رات قیام کے پر زور اصرار کرتے رہے، ہمارے امیر صاحب وقت کی کمی کا غذر کیا اور بڑی مشکل سے اجازت لی۔

دوستی کا مفہوم

وہاں رخصت ہوتے ہی اپنے مخلص و محترم دوست جناب قاری احسان الحق صاحب زاہد کا نمبر ملا یا جو صحن سے رابطہ میں تھے، ان کو بتایا کہ الجھی ہم چکدرہ کے قصبه چیخو سے روانہ ہو رہے ہیں اور کھانا ہم نے کھالیا ہے، آپ کے پاس چائے پینے گے اور نمازوں سے ادا کریں گے، وہ اس پر بہت زیادہ خفا اور ناراض ہوئے، کہ کھانا ہمارے پاس کھانا تھا ہم نے کھانے کا اہتمام کیا ہوا ہے، ان سے نہایت ہی ندامت سے معذرت کی، ان سے تعلق و دوستی کچھ اس طرح ہوئی، چند سال قبل میری کمی کتاب کا تبصرہ ماہنامہ القاسم میں شائع ہوا موصوف نے خط کے ذریعہ رابطہ کیا اور کتاب بھیجنے کیلئے فرمایا ہندہ نے وہ بیچ دی، پھر موصوف نے اپنی کچھ کاؤشیں ایک رسالہ، پمپلٹ اور مختلف دعاوں کے کارڈ وغیرہ بذریعہ ڈاک بھیجے، پھر ہم نے ایک دوسرے کو اپنے موبائل نمبر دیئے اس وقت یہ بیچ موبائل غال خال ہی تھے اور تھے بھی عام بندے کی پہنچ سے بہت دور، پھر بیچ کے ذریعہ رابطے میں رہے، اور کمی مہاں کے بعد فون کال ہوتی تھی، اس طرح ہماری غائبانہ دوستی آہستہ آہستہ پروان چڑھتی رہی

دوستی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہمارے معاشرے میں تقریباً سبھی لوگ کسی سے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ روزمرہ کے مشاہدات اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اچھے دوستوں کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت کی بھلائی والے کاموں میں بھی لگے رہے۔ ایسوں کی بھی کمی نہیں جو بڑے دوستوں کی وجہ سے دنیا اور آخرت کی بر بادی والے راستے پر چل نکلے۔ اسلامی معاشرے میں دوستی کے تقاضے کیا ہیں؟ اس حوالے سے رسول ﷺ کیم ﷺ فرمان پیش نظر کھانا چاہتے: ”آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہذا تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دیکھنے کی سے دوستی کر رہا ہے“ (متدرک)، حج 5، ص 237، حدیث: 7399) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ”اللہ کیلئے دوستی ہو، اللہ کیلئے شمنی ہو، اللہ کے لیے محبت ہو اور اللہ کے لیے بعض ہو“ (صحیح البخاری، حدیث 10357)۔

کسی انسان کی نیک سیرت کے پیچھے یقیناً نیک دوست و احباب کا ہے۔ اہم روں ضرور ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دین اسلام میں نیک دوست و احباب کی بڑی اہمیت ہے، بلکہ یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اچھے دوست کا انتخاب کرو، نیک لوگوں کی صحبت و فیض سے منتفید رہو، اس لیے کہ آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہی زندگی گزارنا رہتا ہے، کسی کو پہچانا ہو تو اس کے ہم نشیوں کے انتخاب سے اس کا اندازہ ہو جاتا ہے، یہی حسن تعلیم اسلام اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے، بزرگوں کی صحبت سے یقیناً بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازاں میں علقوں احباب میں جتنی وسعت ہوگی، انسان زندگی کے حقائق و معارف کے متعلق اتنے ہی مختلف نظرے ہائے نگاہ سے آگاہ ہو گا۔ یہ امر بالآخر سوچ میں وسعت اور طبیعت میں نرمی و شفقت کا باعث ہو گا۔ انسان اپنی تنگ نظری سے بھی چھٹکارا پاتا ہے بشرطیکہ زندگی کے متعلق اس کا اپنا نقطہ نظر مثبت ہوتا کہ وہ دوسروں کے افکار و نظریات سے فائدہ اٹھا سکے۔

دوسٹی کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنے حقوق کے مطالبہ کے بجا تے اپنے فرائض کی ادائیگی پر توجہ دیں اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے غفلت نہ بر تیں۔ انسان کو ایک لحاظ سے ہوشیار اور ایک لحاظ سے بے آزار ہونا چاہیے۔ ہوشیار اس لیے کہ کوئی اسے بے وقوف نہ بناسکے۔ ہوشیاری کے ساتھ ساتھ اس کی شخصیت میں رحمت و شفقت کا پہلو بھی اس قدر غالب ہو کہ دوسرے اسے بے آزار اور علامتِ امن مجھیں۔ یعنی دوسرے لوگوں کو اس کی رفاقت اور دوستی میں اپنے حقوق کے چھن جانے کا خوف نہ ہو۔

آداب دوستی میں یہ امر انتہائی اہم ہے کہ ہمارے دل میں اپنے دوستوں کیلئے عزت و احترام کی بنیاد اُن کے کردار پر ہو، ان کے حالات پر نہیں۔ کسی کے حالات کا خراب ہونا اس کے خراب کردار کی علامت نہیں ہوتے۔ وگرنے کیلئے لوگوں پر مصائب و آلام کی حکمت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ مصیبتوں نے نصابِ عشق و محبت کا حصہ ہوتی ہیں۔ انسان جتنا نیک اور متقی ہوتا ہے، اللہ اتنا ہی اسے مصائب و آلام سے گزار کر بلند سے بلند تر کرتا چلا جاتا ہے۔

چکدرہ سے تیمر گر ھٹک 40 کلومیٹر کا فاصلہ 20 فٹ چوڑی نہایت ہموار شاہراہ پر صرف 45 سے 50 منٹ میں طے ہو جاتا ہے۔ تیمر گر ھٹک ایک بڑی آبادی ہے اور ضلع دری کی تحصیل ہے اور صدر مقام کا درجہ رکھتی ہے۔ تیمر گر ھٹک سے آگے سڑک کی چوڑائی 12 فٹ سے 16 فٹ ہے لیکن پھر بھی صحت کے لحاظ سے ٹھیک ہے مزید 40 منٹ میں 34 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے آپ واڑی کے مقام پہنچے گے اسی راستے میں ایک چھوٹا سے شہر غال نامی آپ کو دیکھنے کو ملے گا، یہ ایک خوبصورت آبادی ہے۔ غال کے باشندے زیادہ تر زراعت اور بینڈی کر فٹس (ہاتھ سے بنی اشیاء) پر احصار کرتے ہیں، غال ثقافتی اور تاریخی ٹوپیوں ("دخل ٹوپی") کی وجہ سے پورے پاکستان میں مشہور ہے۔ اور اس میں خصوصی اور اہم بات یہ ہے کہ یہ ٹوپیاں غال کی مقامی خواتین اپنے گھروں میں ہاتھوں سے تیار کرتی ہیں پھر دکانوں والے

خرید کر اسے اپنی دکانوں میں سجادہ تیتے ہیں۔

خال والوں کی میزبانی

دواڑھائی کے بین بین مدرسہ تحقیفۃ القرآن والتجوید خال کے سامنے ہماری گاڑی رکی، اور یہ مدرسہ برلب سڑک ہی ہے تو قاری احسان الحق زاہد صاحب کو مسجد و مدرسہ کے باہر اپنا منتظر پایا، سب سے پہلے انہوں نے ہمارے سفر کے امیر جناب قاری حفیظ الرحمن صاحب معاونقہ و مصافحہ کیا اور پیشانی پر بوسہ لیا جس پر امیر صاحب نے فرمایا کہ قاری محمد اکرام صاحب یہ ہیں، موصوف ہم سب سے بڑے پر خلوص اور محبت سے ملے جیسے ہم سب کو پہلے سے جانتے ہوں۔ اور دفتر میں مخصوص نشست گاہوں پر بٹھایا سب سے پہلے لذیذ اور لختہ شربت سے ہمارا اکرام کیا، ہم نے عرض کیا کہ ہم نے ابھی نماز ظہر ادا کرنی ہے، انہوں نے وضو کی جگہ دکھائی جس کے ساتھ دریاۓ پنجکوڑہ پوری آب و تاب سے بہہ رہا تھا، یہ دیر بالا اور پھر دیر زیر میں سے بہتے ہوئے چکر رہ، غیر پنجتہ نخوا کے قریب دریاۓ سو اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس کا نام فارسی سے ماخذ ہے پنج یعنی پانچ اور کورہ یعنی دریا۔ دریاۓ پنجکوڑہ کا مطلب پنج خواز یعنی پانچ ندیوں کا دریا ہے۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد چائے کیلئے دستر خوان سجا یا ہوا تھا، جس میں چائے کے ساتھ دو تین قسموں کے کیک رس، اخروٹ اسی طرح گوشت کی مختلف قسمیں بھنا ہوا گوشت نمکین گوشت، اور پائے مصالحے کے بغیر بہت ہی شاندار، اور کھانے میں نہ سایت لذیذ تھے، ان سب کے ساتھ حتی المقدور انصاف کیا۔ آخر میں دو دو کپ تقریباً سب نے چائے نوش کی، ابھی بھی قاری احسان الحق صاحب کا اصرار یہی تھا کہ آپ نے کچھ کھایا ہی نہیں ہے۔

نہوڑا ساذ کھانوں کے سردار کا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نواز اہے۔ اس کی نعمتوں پر شکر بھج لانا لازم ہے۔ غذا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے بہترین عطیہ یہ ہے اور غذاوں میں سے گوشت نہایت عمدہ غذا ہے۔ جو لذیذ بھی ہے اور صحت بخش بھی۔ گوشت کے استعمال سے جسم کی توانائی، قوت اور طاقت میں اضافہ اور صلح خون پیدا ہوتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کو گوشت بے حد مرغوب تھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے گوشت کو کھانوں کا سردار قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے ارشاد فرمایا کہ گوشت کا سالن دنیا اور آخرت میں سب سالنوں میں سے سردار سالن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے تمام افراد اپنی حیثیت، استطاعت اور پسند کے مطابق و مقاؤفہ مختلف جانوروں کے گوشت کو استعمال میں لاتے رہتے ہیں۔

گوشت بطور غذا اور دادوں طرح مفید ہے۔ یہ انتہائی طاقتو رغدا ہے۔ یہ جسم میں خون پیدا کرتا ہے اور چربی اور گوشت میں اضافہ کرتا ہے اس سے جسمانی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

بڑا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے لیکن جسم کو زیادہ قوت و حرارت فراہم کرتا ہے اور تھکا وٹ دور کرتا ہے۔ گوشت کو مختلف بسزوں اور دلوں کے ساتھ ملا کر پکانے سے نہ صرف اس کی غذائیت بڑھ جاتی ہے بلکہ ذائقہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ صحت پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گوشت کا کثرت سے استعمال مختلف بیماریوں کا سبب بھی بنتا ہے۔

مہمان کے میزبان پر تین مراتب

نبی ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑو سی کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی دستور کے موافق ہر طرح سے عرت کرے۔ پوچھا: یا رسول اللہ! دستور کے موافق کب تک ہے۔ فرمایا ایک دن اور ایک رات اور میزبانی تین دن کی ہے اور جو اس کے بعد ہو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

اس حدیث میں مہمان کے میزبان پر تین مراتب کا ذکر ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ ایک دن اور ایک رات مہمان کی ضیافت کرنا واجب ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ دوسرے اور تیسرا دن کی ضیافت منتخب ہے، اس بات کو دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کامل ضیافت تین دن ہے اور تیسرا مرتبہ تین دن کے بعد کی میزبانی صدقہ ہے۔

یہاں پر ایک اہم بات یہ بھی جان لی جائے کہ حدیث میں موجود ضیغف (مہمان) سے مراد سفر سے آنے والا کوئی مسافر ہے خواہ رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ جو قریب سے زیارت کرنے آئے یا یونہی ملنے جلنے والے لوگوں کے لئے میزبان پر ضیافت کرنا واجب نہیں ہے۔ رشتہ داروں کی ضیافت صلمہ حمی اور دیگر لوگوں کی دعوت احسان و سلوک کے درجے میں ہے۔

میزبان ضیافت کے چند آداب

(1) گھر آنے والا مہمان پہلے اجازت طلب کرے اور میزبان خنده پیشانی سے ان کا استقبال کرے، علیک سلیک کے بعد حالات دریافت کرے۔

- (2) مہمان کے رہنے کے لئے مناسب انتظام کرے جہاں آرام حاصل کرنے میں نہ مہمان کو وقت ہوا ورنہ ہی گھروالوں کو۔
- (3) ضیافت میں عجلت سے کام لے کیونکہ سفر کا تھکا ہارا کھاپی کر آرام کی خواہش کرے گا، انتظام میں تاخیر ہونے پر غذر پیش کر دے۔
- (4) پہلے دن کی ضیافت چیزیت کے مطابق پر تکلف یعنی دستور کے مطابق ہو پھر دوسرے اور تیسرا دن کی ضیافت روز مرہ کی طرح ہونا کافی ہے۔
- (5) مہمان کو میزبان خود سے کھانا کھائے یعنی ساتھ کھانا کھائے، اس میں نہ صرف برکت ہے بلکہ یہ سراپا خصوص و پیار ہے جسے مہمان کبھی بھول نہ پائے گا۔ کھانے میں آخر تک ساتھ دینا چاہئے۔
- (6) ہر ممکن کوشش ہو کہ مہمان کو زبان یا ہاتھ و پیسہ سے کسی قسم کی کوئی ایذ ارسانی نہ ہو۔
- (7) جب مہمان رخصت ہونے لگے تو گھر سے باہر نکل کر کچھ دور رخصت کرنے جایا جائے۔

مہمان کے لئے چند آداب

- (1) کسی کے گھر مناسب وقت میں جانے کی کوشش کرے تاکہ میزان پر گراں نہ گزرے۔
- (2) رہائش یا کھانے میں فرمائش نہ کرے جو نصیب سے مل جائے اس پر خوش ہو جائے۔
- (3) کھانا کھاتے وقت یا بعد میں عیب نہ تکالے اور پوچھا جائے تو ما شاء اللہ

کہہ دے۔

(4) کھانے کے بعد اللہ کا شکر بجا لائے جس نے اسے ضیافت کی توفیق دی اور پھر گھروالوں کا شکر یہ ادا کرے جنہوں نے خاطر و مدارات کیں۔

(5) تین دن سے زیادہ کسی کے بیان نہ رکے، بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ضیافت تین دن تک ہے اور اس کا تکلف ایک دن رات تک چاہیے اور کسی مسلمان کو درست نہیں کہ اپنے بھائی کے پاس ٹھہر ارہے ہیں تک کہ اس کو گناہ میں ڈالے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس طرح اس کو گناہ میں ڈالے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے پاس ٹھہر ارہے ہیں اور اس کے پاس کچھ نہ ہو کھلانے کے لیے۔ تین دن سے زیادہ ٹھہر نے میں گھروالوں کے لئے وقت ہے اور اس سے خود کی شخصیت بھی مجرور ہوتی ہے اس لئے کسی کو مشقت میں ڈال کر گھنکا نہیں بنانا چاہئے۔

(6) مہمان کو چاہئے کہ میزبان اور پورے اہل خانہ کی زندگی اور مال میں برکت کے لئے کثرت سے دعائیں کرے، یہ دعائیں بھی دے سکتے ہیں۔

(7) جانے لگیں تو گھروالوں سے اجازت طلب کریں پھر جائیں، بغیر گھروالوں کی اطلاع کے نہ جائیں۔ مہمان کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب کھانا کھا لے تو برتن بالکل صاف نہ کرے، بلکہ برتن میں کچھ کھانا بچا لے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کھانا کھالینے کے بعد برتن صاف کرنے کی بابت جو مسنون طریقہ مشہور ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ پیالہ صاف کر لینا چاہیے اس کے متعلق ایک تفصیل ہے، وہ یہ کہ یہ اپنے گھر کے لیے ہے اور اگر مہمان ہو تو بہتر یہ ہے کہ کسی قدر کھانا برتن میں چھوڑ دے، تاکہ میزبان یہ نہ سمجھے کہ مہمان نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور اس کا دل برا ہو، یکوں کہا گر کسی قدر کھانا بھی برتن میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو میزبان

سمجھتا ہے کہ مہماں بھوکا نہیں رہا۔ (ملفوظات حکیم الامت: 12/203)

یہ اسلام ہے، یہ اسلام ہمیں سکھاتا ہے۔ اس سے معاشرے میں باہمی اخوت قائم ہوتی ہے، اس سے آدمی کو روح کی بالیدگی اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور جب والدین اس کا اہتمام کریں گے تو یہی چیزیں اولاد کرے گی، ورنہ اگر ہم بیٹے سے یہیں ٹھنڈی بجنے کے بعد کہ جا کے کہہ دو کہ ابو گھر میں نہیں ہے، آپ مجھے بتائیے کہ ہم اس بچے کو کیا تعلیم دے رہے ہیں؟ اس کو تو ہم خود جھوٹ سکھار ہے یہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

مدرسہ تحفیظ القرآن والتجوید کی خدمات

خورد و نوش کے ساتھ ساتھ مدرسہ کے احوال لیتے رہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ تحفیظ القرآن والتجوید مسلم بچوں کو قرآن کی تعلمات سے روشناس کرانے، ان کی تربیت کرنے میں مسلسل سرگردال ہے۔ یاد رہ اصلاحی، رفاقتی اور سماجی کاموں میں بھی مسلسل مصروف ہے۔ کم عرصہ میں اس نے تاریخ ساز اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ مدرسہ میں اس وقت کل 350 طلبہ زیر تعلیم ہیں جو کہ سب مقامی ہیں تعلیم حاصل کر کے روزانہ گھروں کو چلے جاتے ہیں مدرسہ میں درجہ ناظرہ، شعبہ حفظ اور قرآن کا ترجمہ و تشریح کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اور ساتھ اساتذہ ہیں:

رہبر بھی یہ ہمد بھی یہ غم خوار ہمارے
استاد یہ قموم کے ہیں معمار ہمارے



دیکھا نہ کوہ کن کوئی فرہاد کے بغیر

آتا نہیں ہے فن کوئی استاد کے بغیر

مدرسہ یا مکتب ایک ایسے ادارہ کو کہتے ہیں جہاں طالب علم تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں۔ مدرسہ میں طلبہ و طالبات مختلف جماعتوں میں تعلیم دی جاتی ہے، مدرسہ کا لفظ درس اور مکتب لفظ کتاب سے مانخوذ ہے۔ مدرسہ اور مکتب دونوں عربی کے الفاظ ہیں۔ مدرسہ اور مکتب کا وجود ایک مسلم معاشرے کے لیے ریڑھ کی پڈی کی حیثیت رکھتا ہے، جس طرح انسانی جسم کے قیام کا مدار ریڑھ کی پڈی پر ہے ٹھیک اسی طرح مسلم معاشرہ میں اسلامی تہذیب و تمدن، اقدار و روایات اور مذہبی شخصات کے قیام و بقا کا مدار بھی مدارس و مکتب پر ہے۔ مدرسہ سب سے بڑی کارگاہ ہے، جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے، جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا بھلی گھر (پاؤر ہاؤس) ہے، جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بھلی تقسیم ہوتی ہے، مدرسہ وہ کارخانہ ہے، جہاں قلب و نگاہ اور ذہن و دماغ ڈھلتے۔ ہیں، مدرسہ وہ مقام ہے جہاں سے پوری کائنات کا احتساب ہوتا ہے، اور پوری انسانی زندگی کی نگرانی کی جاتی ہے، مدرسہ کا تعلق کسی تقویم، کسی تمدن، کسی عہد، کسی کلپر، زبان و ادب سے نہیں کہ اس کی قدامت کاشہ اور اسکے زوال کا خطرہ ہو، اس کا تعلق برادری راست نبوت محمدی سے ہے، جو عالمگیر بھی ہے اور زندہ جاوید بھی، اس کا تعلق اس انسانیت سے ہے جو ہر دم جواں ہے، اس زندگی سے ہے جو ہمہ وقت روں اور دوں ہے، مدرسہ درحقیقت قدیم و جدید کی بحثوں سے بالاتر ہے وہ تو ایسی جگہ ہے، جہاں نبوت محمدی کی ابدیت اور زندگی کا نمونہ اور حرکت دونوں پائے جاتے ہے۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مدرسے دین کے قلعے ہیں کہ انہی قلعوں میں ان جیالوں کی آیاری کی جاتی ہے جو وقت پڑنے پر دین کی حفاظت کا علم بلند کرتے ہیں۔

ان حالات کو بیان کرنے کا مقصد اہل خیر حضرات کو اس جانب توجہ دلانا ہے کہ

مدرسے کی ظاہری اور باطنی ترقی کے لیے دام، درمے اور سخنے تعاون فرمائیں۔ یقیناً یہ تعاون عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکوٰر ہوگا۔ اور مدرسے کے قریب علاقوں والوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ کم از کم اپنے علاقوں سے نوہنہ والوں کو مدرسے میں داخلہ کروائیں، طلباء ہی سے مدرسے کی آبادی ہے۔ آپ یقین رکھیں یہ بچے آپ کے لیے ذخیرہ آخرت ہوں گے۔

بازوق قاری صاحب

علاوہ از میں قاری صاحب کو بڑا باذوق پایا، الماری میں بڑے سلیقے سے کتابیں
سمجھائی ہوئی تھیں، دوسری طرف مکہ و مدینہ کے مختلف متبرک مقامات کی تصاویر الماری کے
ایک بائس میں سمجھی ہوئی تھی ایک طرف اسم اللہ عزوجل کے نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام قدرت کی
طرف سے جو مختلف پتھروں پر اور مختلف طرز پر لکنڈہ تھے جس میں اکثر قاری صاحب کے بقول
دریائے پنج کوڑھ سے حاصل کئے گئے ہیں اور بڑے سلیقے سے مختلف بائس بناء کر سمجھائے گئے
تھے۔ اللہ عربی زبان کا الفاظ ہے۔ یہ خدا کا ذائقی نام ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ واحد ہے،
ہر چیز پر قادر ہے، وہ کائنات کا تمیشہ سے تمیشہ تک مالک اور حاکم ہے۔ وہ موجود پر چیز کا
خالق ہے۔ وہ رحیم ہے، رحمان ہے۔ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس کی نہ کوئی ابتداء ہے
اور نہ انتہا۔ یوم قیامت سے قبل کوئی انسانی آنکھ اس کی ذات کو نہیں دیکھ سکتی۔ وہ کسی کا محتاج
نہیں ہے۔ اس کو کسی نہیں بنایا اور نا اس نے کسی کو بنایا۔ یعنی اللہ کا کوئی والد یا والدہ نہیں ہے
اور ناہی۔ وہ کسی کا والد ہے۔ وہ ناتو کوئی مادہ ہے اور ناہی روح۔ وہ عرش الہی کا مالک ہے
اسے کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی وہ اس کی نظر سب پر ہے۔ اسلام میں صرف ایک خدا کا تصور
ہے جسے تو حید کہتے ہیں۔ اس کے 199 اسماء اللہ الحسنی ہیں اور ہر نام اس کی صفات کا پتا دیتا
ہے۔ اللہ سب سے بڑا، طاقتور، سب کا مالک و حاکم ہے اور وہ چیز پر قادر ہے۔ کوئی اس کی

قدرت اور قبضہ سے باہر نہیں ہے۔ اس کے ناموں میں سے الرحمن اور الرحیم بہت مشہور ہیں جو اس کی رحمت کا ظاہر کرتے ہیں۔

لفظ اللہ، محمد، ﷺ کی خصوصیت

لفظ محمد، کامادوح - م - د ہے یعنی 'محمد' جس کے معنی تعریف کے ہیں اور یہی 'احمد' کا مادہ بھی ہے۔ البتہ دونوں کے مفہوم میں واضح فرق کچھ یوں ہے کہ 'محمد' صلی اللہ علیہ وسلم، وَهُوَ ہے جس کی تعریف و توصیف جملہ اہل الارض والسماء نے سب سے بڑھ کر کی ہو اور 'احمد' وہ ہے جس نے رب السماء و الارض کی حمد و ثناء تمام جملہ اہل الارض والسماء سے بڑھ کر کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم مبارک 'محمد' اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک ' محمود' سے مشتق ہے، الفاظ مجموعہ حروف ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حرف کو بھی کم کر دیا جائے تو بقیہ حروف بے معنی ہو کر وہ جائیں گے لیکن اللہ رب العزت جل شانہ کا اسم ذاتی "اللہ" اور میرے آقا و مولا کے دونوں اسماء ذاتی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قاعدے کلیے اور فارمولے سے مستثنی ہیں۔

لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا صحیح اور بامعنی لفظ ہے کہ اگر اس لفظ میں سے کوئی ایک حرف بھی کم کر دیا جائے تو بھی بتایا حروف بامعنی رہیں گے مثلاً اس کا پہلا حرف میم ہٹا دیا جائے تو ہمارے پاس احمد" باقی رہ جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ بے پایاں تعریف و توصیف، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی ہستی ہیں جو بے پایاں تاثش و توصیف کے لائق ہیں اور واقعی آج ہر دیدہ و بینا گواہ ہے کہ مغرب سے مشرق تک اور شمال سے لے کر جنوب تک کرہ ارض پر ہر جگہ ہر مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف ہو رہی ہے

دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی لوگوں کے دلوں میں جا گز میں نہ ہو۔ ہر مسجد میں روزانہ پانچ بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کا ڈنکا بلند آواز سے بتتا ہے۔ دنیا میں قریہ قریہ، بستی بستی یہی حال ہے پھر کائنات کا غالقِ حقیقی خود اور اس کے بے حد و حساب فرشتے ہر وقت میرے آقا تاجدار عرب و عجم، امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درود وسلام کے گلستانِ بیحی رہے ہیں۔ واقعی آپ اللہ جل شانہ ہو کا وہ شاہ کار ہیں جس کی جتنی تعریف و توصیف کی جائے۔ کم ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے "ح" کو کم کر دیا جائے تو "مد" باقی رہ جاتا ہے یعنی مدد کرنے والا۔ عطاے خداوندی سے آپ ہمیشہ سے اپنے چاہنے والوں کی مدد فرماتے رہے ہیں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ابتدائی "میم اور ح" خذف کر دیے جائیں تو باقی رہ جاتا ہے "مد" جس کے معنی میں "کشیدن" یعنی کھینچنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پاک ایسی پرکشش ہے کہ ایک دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کشش نے ایک دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالا ہے۔ "مد" کے ایک معنی بلند اور دراز کے بھی ہیں۔۔۔ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و رفتہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر دوسرے میم کو بھی ہٹا دیا جائے تو صرف "د" (dal) باقی رہ جاتا ہے۔۔۔ جس کا ایک معنی مفہوم ہے دلیل دینے والا۔ یعنی اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی وحدانیت پر دال ہے۔۔۔ "dal" کی ایک اور معنی ہیں رہنماؤ گویا حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری دنیا کے لیے رہنمایاں۔ لفظ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح لفظ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ہر حرف با مقصد اور بامعنی ہے۔۔۔ شروع کا الف ہٹا دینے سے "حمد" باقی رہ جاتا ہے جو با معنی لفظ ہے اگر شروع کا الف اور ح زکال دیں تو "مد" رہ جاتا ہے۔۔۔ یہ بھی با معنی لفظ ہے اگر اس میں سے میم کو بھی حروف کر دیا جائے تو دال رہ جاتا ہے یہ بھی با معنی لفظ ہے۔۔۔ اللہ جل شانہ نے

جب تکوین کائنات کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے اپنے نور سے اپنے محبوبِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا پھر اس نور سے کائنات کی ایک ایک شے وجود میں لائی گئی۔ ہر چیز ہر نعمتِ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کی خاطر پیدا کی گئی ہے اور کل کائنات میں جو کچھ بھی ہے، خالق کل نے وہ سب کا سب اپنے حبیبِ احمد مجتبیٰ دلِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں دے دیا ہے اور ہر شے پر نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا ہے تاکہ سب جان لیں کہ ہر چیزِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت ہے۔ ہر شہر کے مالکِ محمد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک و سلم۔ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا بات ہے وہ چشم بینا کہاں سے لائیں! جوز میں و آسمان میں اس نام نامی کے جلوے دیکھے۔ نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں نہیں؟ محبتوں کے روزن سے نظارہ تو کرو۔ عالم بالا کا وہ کونا عنصر ہے جس پر اس مقدس اسم کی حکمرانی اور سلطانی نہ ہو۔ زمین و آسمانوں کا وہ کونا گوشہ ہے جس پر اس کا نام نامی کی بادشاہت نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب کا نام پاک، اسم مبارکِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر پیارا ہے کہ اس نے یہ نام کائنات کے ذرے ذرے پر لکھ دیا ہے۔

تحائف علاماتِ محبت میں سے ایک علامت ہے

غالباً بھائیٰ محمد تو صیف صاحب نے مجھ سے پوچھا، کہ آپ کا قاری صاحب سے کس طرحِ دوستی کا تعلق پیدا ہوا تو قاری صاحب نے انگلی یہ بات سن کر میرا لئتا۔ بچہ چند فتنی اصطلاحات اٹھا کر لے آئے اور ان کو وہ کتاب پچھ دکھایا کہ یہ تحفہ دوستی کا ذریعہ بنا، بندہ بھی حیران ہوا کہ حضرت قاری صاحب نے میرا چھوٹا سارا سالہ کس طرح ابھی تک سنبھال کر رکھا ہوا ہے، اور اس کی کتنی قدر فرمائی ہے، سچی بات ہے کہ تحائف علاماتِ محبت میں سے ایک علامت ہے۔

تحفے سے ہماری مراد کوئی نہایت قیمتی شے نہیں بلکہ یہ پیاری سی مسکراہٹ سے لے کر کوئی خوبصورت پوسٹ کارڈ تک ہو سکتا ہے۔ تبادلہ تھا ف میں اصل قیمت تو اس جذبہ محبت کی ہے جس کے تحت وہ تحفہ دیا جا رہا ہے۔ تحفہ تو محض علامت ہے۔ تھا ف کی قیمت کا اندازہ لگانے والے قدر شناس لوگ نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ دوستی کی قدر نظر کی محاج ہوتی ہے، تحفے کی نہیں۔ آج کل ایک رواج عام ہے کہ کسی کو تحفہ دیتے وقت اس کی شخصیت کو منظر رکھا جاتا ہے اور اپنی حیثیت کو نہیں دیکھا جاتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں قیمتی نہیں بلکہ خوبصورت تھا ف یاد کا گاہ ہوتے ہیں۔ اگر آپ کا خریدا ہوا تحفہ دیکھنے میں نفس اور خوبصورت نہ ہو تو وہ پیار ہے پھر چاہے وہ کتنا بھی مہنگا کیوں نہ ہو۔ ایک آدمی اپنے کسی دوست کو اس کی حیثیت کے لائق چیز نہیں دے سکتا تو کیا ہوا، جو اپنی حیثیت ہے اس کے مطابق دے دے۔ وصول کرنے والے کو چاہئے کہ وہ تحفہ کو نہ دیکھے بلکہ تھفہ دینے والے کی محبت کو سمجھے اور خوشی کا اظہار کرے جس طرح وہ قیمتی سے قیمتی تحفہ ملنے پر کرتا ہے۔

قاری صاحب سے بڑی مشکل سے اجازت لی ان کا اصرار تھا، کہ رات قیام یہی غال میں ہمارے ہاں کریں اور صبح تازہ دم ہو کر آپ جائیں، بڑی تگ و دو کے بعد انہوں نے اجازت دی اور پھر سنت کے مطابق ہمارے ساتھ باہر آئے کیونکہ سنت یہ ہے کہ جب مہماں رخصت ہونے لگے تو گھر سے باہر نکل کر کچھ دور رخصت کرنے جایا جائے۔

”لوئر دیر اور ”اپر دیر کے نظارے“

قاری صاحب سے رخصت لینے کے ہم پھر ایک مرتبہ مسنون دعاؤں کے ساتھ عازم سفر ہوئے۔ غال اور واڑی شہر سے نکل کر دیر تک 38 کلومیٹر کا فاصلہ تقریباً 50 یا 55 منٹ میں طے ہوتا ہے۔ یہ خیبر پختونخواہ کا چھٹا بڑا ضلع، ضلع دیر بالا ہے۔ ”دیر“ سنکرت زبان کا الفاظ

ہے جس کا مطلب عبادت کی جگہ یا غانقاہ ہے۔ مالاکنڈ ڈو یژن بننے کے بعد 1970 میں اس کو ضلع کا درجہ دیا گیا۔ 1996 میں اس ضلع کو مزید دو حصوں ”لواری دیر“ (دیر زیر میں/دیر پائین) اور ”اپر دیر“ میں تقسیم کر دیا گیا۔ ضلع دیر بالا کے مشرق میں ضلع سوات، مغرب میں افغانستان کا صوبہ کنار، شمال میں چترال اور جنوب میں ضلع لواری ہے۔ ”شکاڑا پاس“ دیر کو افغانستان جب کہ ”لواری پاس“ اسے چترال سے ملاتا ہے۔ دیر سے لواری ٹاپ تک 30 کلومیٹر کا راستہ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے میں طہوتا ہے، کیونکہ 10 کلومیٹر کے بعد پہنچنے سڑک ختم ہو جاتی ہے اور نامہوار راستہ شروع ہو جاتا ہے جبکہ سڑک بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے، لواری ٹاپ پر ٹھنڈی ہوا ہیں آپ کا استقبال کریں گی، لواری اور دیر بالا کے برف پوش پہاڑ، خوب صورت چراگاہیں، صاف شفاف جھرنے، شور مچاتا دریاۓ پنجکوڑہ، باڑش کے بعد نمودار ہونے والی قصیر اور دل کو مسحور کر دینے والے نظارے میں۔

عشرہ بستی تک کا سفر اترائی مائل ہے، یہ 30 کلومیٹر کا سفر 35 یا 40 منٹ میں طہوتا ہے، یہاں اس بستی میں ہم سب ساتھیوں نماز باجماعت ادا کی الحمد للہ۔

لواری سرنگ

سرنگ لواری یا لواری سرنگ (انگریزی: Lowari Tunnel، ہنگل: لواری ٹنل) پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع چترال اور ضلع دیر کے درمیان درہ لواری میں پہاڑوں کے نیچے سے گزرتی ہے۔ گاڑیوں کے زیر استعمال یہ سرنگ چترال اور دیر کو ملاتی ہے۔ یہ دو سرنگیں ہیں۔ ان میں سے ایک کی لمبائی ساڑھے سات یا آٹھ کلومیٹر اور دوسری کی لمبائی 3 کلومیٹر ہے۔ یہ پاکستان کی طویل ترین سرنگ ہے۔ یہ منصوبہ 1970ء کی دہائی سے زیر غور رہا تھا، ذوالقدری بھٹو نے اس منصوبہ کا اعلان کیا مگر تین دہائیوں تک اس پر کام کا آغاز نہ ہوا کیا ہے۔

تک کہ پرویز مشرف کے دور میں اس پر اجیکٹ کا آغاز کیا گیا، لیکن پی پی دور میں اس پر کام بند کر دیا گیا، بالآخر مسلم لیگ ن کی 2013ء تا 2018ء کی حکومت نے اس پر اجیکٹ کو مکمل کیا۔ اس سے پہلے سردیوں میں برف باری کے بعد لواری پاس ٹریفک کے لیے بند ہو جایا کرتا تھا جس کے سبب چترال کا ملک کے دیگر علاقوں کے ساتھ زمینی راستہ منقطع ہو جایا کرتا تھا اور رکھانے پینے کی اشیاء کی رسماں راستہ افغانستان ہوا کرتی تھی۔ سرنگ بننے سے قبل لواری پاس سے گزرتے ہوئے بالخصوص سردیوں کے موسم میں ہر سال آدھ درجن انسان لقمه اجل بن جایا کرتے تھے۔ 2017 سے پہلے چترال جانا ایک خواب تھا۔ میں گھنٹے سفر میں گزرتے تھے، سال کے قریباً چار پانچ ماہ راستہ مکمل بند ہوتا تھا۔ ان چار ماہ کے دوران مقامی لوگ افغانستان کے راستے سفر کر کے پاکستان آتے وجا تے تھے۔ حکومت ان چار مہینوں کے لیے خصوصی طور پر رہداری پرمنٹ جاری کرتی تھی لیکن اب 2017 میں لواری ٹنل کے مکمل ہو جانے کے بعد یہ مشکلات ختم ہو گئیں۔ تقریباً ساڑھے دس کلو میٹر لمبی اس ٹنل کو کوہ ہندوکش کے دامن سے گذرا گیا ہے۔ اس ٹنل کے باعث کمی گھنٹے سفر کم ہو گیا، دوسرا پورا سال راستہ بھی کھلا ملتا ہے۔

چترال کی جُد اگانہ حیثیت

چترال ایک چھوٹا سا شہر یا علاقہ ہے جو ضلع چترال کے اندر واقع ہے۔ چترال پاکستان کے انتہائی شمالی کونے پر واقع ہے۔ یہ ضلع ترجیح میر کے دامن میں واقع ہے جو سلسلہ کوہ ہندوکش کی بلند ترین چوٹی ہے جو اسے وسط ایشیا کے ممالک سے جدا کرتی ہے۔ ریاست کے اس حصے کو بعد میں ضلع کا درجہ دیا گیا۔ اور صوبہ خیبر پختونخوا کے مالا کمڈ ڈویژن سے منسلک کیا گیا۔ اپنے منفرد جغرافیائی مغلی وقوع کی وجہ سے اس ضلع کا رابطہ ملک کے دیگر

علاقوں سے تقریباً پانچ مہینے تک منقطع رہتا ہے۔ اپنی مخصوص پرکشش ثقافت اور پر اسرار مانی کے حوالے سے ملفوون چترال کی جداگانہ حیثیت نے سیاحت کے نقطہ نظر سے بھی کافی اہمیت اختیار کر لی۔ اپنی مخصوص جغرافیائی حیثیت کی وجہ سے چترال کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا۔ موجودہ دور میں سلطی ایشیائی مسلم ممالک کی آزادی نے اس کی اہمیت کو کافی اجاتگر کیا۔ رقبے کے لحاظ سے یہ صوبہ کا سب سے بڑا شلیع ہے۔ چترال بنیادی طور پر دریائے چترال اور اس کے معاون دیاؤں کی وادیوں پر مشتمل ہے۔ یہ دریا کوہ ہندوکش اور کوہ ہندوراج سے نکلتے ہیں۔ چترال کی بلندی سطح سمندر سے 4000 فٹ (اردنو) سے لے کر 25289 فٹ (ترچ میر کی چوٹی) تک ہے۔ چترال کا موسم سرد خشک ہے۔ یہاں مون سون کی باریشیں بہت کم ہوتی ہیں اور اور بیشتر بارش سردیوں میں ہوتی ہے۔ اس کے بیشتر حصوں میں برف بھی پڑتی ہے۔ جنگلات چترال کے جنوبی حصے میں پہاڑوں پر پائے جاتے ہیں اور بیشتر دیار اور بلوط کے درختوں پر مشتمل ہیں۔ چترال کی وادی دنیا بھر کے تفسری کے دلدادہ افراد کے لیے ایک پرکشش مقام رکھتی ہے، یہاں ہر سو فطرت کے حیین مناظر بکھرے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھری یہ وادی 32 قبل از مسیح کی یونانی تہذیب سے جڑی ہوئی ہے۔

چترال پہاڑوں، چشمتوں، سبز علاقوں، معدنیات، مہماں نواز لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ چترال ملک کے باقی حصوں سے دو بڑے زمینی راستوں دیر سے لواری ٹنل اور گلگت سے شدروٹاپ سے منسلک ہے۔ چترال ایک خوبصورت وادی ہے اور پاکستان میں سیاحت کا ایک بڑا مقام ہے۔ وادی چترال کی قدرتی خوبصورتی ہر ایک کو اپنی زندگی میں ایک بار اس مقام پر جانے کی دعوت دیتی ہے۔

چترال کے میزبان

چترال کے میزبان نے لواری ٹھیک کر اس کرنے کے بعد ہمارے گائیڈ بھی تھے اور چترال شہر تک موبائل فون پر ہمارے امیر صاحب کی رہنمائی کرتے رہے۔ چترال شہر پہنچنے پر انہوں نے پر تکلف طریقے سے خوش آمدید کہا ہمارے امیر صاحب نے بتایا ان کا نام نامی سجاد الدین ہے تھوڑی سی تگ و دو کے بعد ہماری ملاقات ایک شایدیں صفت نوجوان سے ہوئی۔ جس کی عمر قریباً تیس کے ارد گرد ہو گی، سنت رسول پر چھرے پر بھی ہوئی، سنگل بادی سائز ہے پانچ فٹ قد، مسکراتے چھرے بڑے غلوص کے ساتھ سب سے ملے۔ امیر صاحب نے فرمایا یہی بھائی سجاد الدین صاحب ہیں نوجوان نسل ہر قوم کے قیمتی اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ اسی لیے نوجوانوں کیلئے عالم اقبال نے ہمیشہ شایدیں کا استعارہ استعمال کیا کرتے تھے، اور وہ یہ امید رکھتے تھے کہ آمت مسلمہ کے شایدیں صفت نوجوان ان کی فکر کو عام کرنے اور نظام زندگی کو اس کے مطابق استوار کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ جو خصوصیات اللہ نے شایدیں میں پیدا کی ہیں وہ نوجوانوں میں بھی پیدا ہو جائیں۔ جیسے شایدیں بلند پرواز ہے عام پرونوں کی طرح پنجی پرواز اس کے شایانِ شان نہیں ہے بالکل اسی طرح نوجوانوں میں بلند پروازی کی صفت پیدا ہو جائے، مسلم نوجوانوں کے مقاصد بھی بلند ہو جائیں، ان کی سوچ میں پستی کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ جس طرح شایدیں کی آنکھ بہت دور تک دیکھ سکتی ہے، اسی طرح نوجوانوں میں بھی دوراندیشی ہوئی چاہتے، آنے والے حالات کو پہلے سے بھانپ کر منصوبہ بندی کرنے کی صلاحیت ہوئی چاہتے۔ شایدیں کسی اور کامرا ہوا شکار نہیں کھانا یعنی وہ خود دار ہوتا ہے، اپنی محنت اور کوشش پر انحصار کرتا ہے گویا مسلم نوجوانوں میں بھی خودداری کی صفت ہوئی چاہتے کہ وہ دوسروں کے بجائے اپنی ذات کی محنت اور کوشش پر انحصار کرنے

والي بن کرال اللہ سے مدد کی توقع رکھنے والے ہوں۔ جیسے شایین آشیانہ بنا کر کسی ایک جگہ پابند رہنا پہنچنیں کرتا، اسی طرح مسلم نوجوانوں کو بھی ہونا چاہتے کہ وہ کسی ایک جگہ بیٹھ کر ترقی اور عظمت کے خواب دیکھنے کے بجائے علوم و فنون کے حصول کے لئے پوری دنیا میں جہاں کہیں بھی جانا پڑے، جانے سے گریز نہ کریں، ترقی اور بہتری کے موقع جہاں بھی نظر آئیں ان تک رسائی حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔ قارئین! شایین کی صفات اگر کسی نوجوان میں جمع ہو جائیں تو اس کی شخصیت ایک خوددار اور خودشاس انسان کے روپ میں ڈھل جاتی ہے، پھر جس قوم میں ایسے نوجوان تیار ہو جاتے ہیں، تو وہ ترقی کے راستوں پر انتہائی کامیابی سے گامزن ہو سکتے ہیں اور پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے شکست نہیں دے سکتی۔

آن کے ساتھ ان کے گھر کی طرف چل پڑے جو وہاں سے چند کلو میٹر دروری پر تھا۔ تنگ سی گلیوں میں مولانا فاری داود صاحب گاڑی بڑی مشاہی سے ڈرائیو کر رہے تھے، ایک جگہ تو ہمارے دل کی دھڑکن کا گراف کچھ زیادہ ہی اوپر ہو گیا جب ایک دریا کا لکڑی کا پل آیا جس کی چوڑائی بہت ہی تنگ تھی، بھائی سجاد الدین صاحب نے گاڑی کے باہر والے شیشے فولادی ہیں، مزید ایک کلو میٹر کا فاصلہ ملے کرنے کے گاڑی ایک جو یہی میں کھڑی کی جوزیر تعمیر تھی۔

بھائی سجاد الدین کی پیروی میں اوپر آن کے گھر کی طرف ہم پانچ افراد کا قافلہ سلوی سلوی روای دوال ہو گیا۔ کیونکہ ایک توارستہ کچھ ٹیٹھ رہا میر حاتھا، اور مسلسل بالائی کی طرف چڑھنا تھا جو میرے خیال سے ہم سب کا یہ پہلا تجربہ تھا، اس سے قبل ہم نے یہ مش نہیں کی تھی ہم سب ساتھی نہایت اعتیاٹ سے ایک ایک قدم قدم پھونک پھونک رکھ رہے تھے، کیونکہ ذرا سی بے اعتیاٹی اور کسی کا قدم پھلسنے کی صورت میں ہمیں دریا چستہ ال میں پھینک دیتی، بالآخر ایک فرلانگ (فاصلے کی پیمائش جو ایک میل کے آٹھویں حصے اور 220 گزار اور

201. 168 میٹر کے برابر ہوتی ہے۔) کا سفر طے کرنے پر بھائی سجاد الدین کے گھر پہنچنے کی خوشخبری ملی۔ چودہ پندرہ گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے باوجود تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ تھا۔ ایک سے ایک خوبصورت ویلی اور درے تھکاوٹ کو قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ بہر کیف! چترال قریب ار رات دس بجے مزے لے لے کر پہنچے۔ سر زمین ہی ایسی ہے کہ جگہ جگہ آپ کا دامن ٹھیک کر پاچھتی ہے؛ کاہے کو اتنی جلدی ہے جناب؟۔ آپ پہنچے مڑ کر دیکھتے ہیں تو بس دیکھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ہر گوشے میں بکھرا پڑا بے پناہ حسن آپ کو مبہوت کر کے رکھ دیتا ہے اور آپ کے اندر یہ احساس جاگ اٹھتا ہے کہ پہلے ہی اتنی دیر ہو چکی، اب عجلت کے چکر میں مزید تاخیر نہیں کرنی، ان منظروں کو اپنے اندرجذب کرنے کی ضرورت ہے۔

چترال کی خوبانیاں اور شہتوں

بھائی سجاد صاحب کا گھر چند منٹوں کی پیدل مسافت پر تھا۔ گھر میں ہی بڑا پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ سفر کی تھکاوٹ اور دن کو زائد مقدار کھانا کھانے کی وجہ سے کھانے کی طبیعت بدلکل نہ تھی لیکن ان کی مہماں نوازی مثالی تھی۔ کھانے کے بعد ہمارے میز بان نے دو بڑی بڑی پلیٹیں آلو بخارے اور خوبانیوں کی لے آئے، جی نہ چاہنے کے باوجود جب انہیں شروع کیا تو کھاتے ہی گئے، ایسی لذیذ اور مزید ارتھیں کہ ان کو چھوڑنے کا جی نہیں کر رہا تھا، ہر دانہ اٹھاتے وقت دل میں یہی کہتا کہ سی یہ آخری دانہ کھاؤں گا، ایسا کرتے کرتے دونوں پلیٹیں ہم چٹ کر گئے۔ یہ موسم گرما کا ایک ایسا پھل ہے جو بآسانی دستیاب ہوتا ہے اور اکثر لوگوں کو پسند بھی ہوتا ہے۔ فائدے سے بھر پور خوبانی ایک چھوٹا سا پھل ہے جو آڑ اور آلو پچ جیسے پھلوں سے مشابہت رکھتا ہے۔ یہ تازہ اور خشک دونوں حالتوں میں دستیاب ہوتا ہے اور کسی بھی حالت میں اس کا استعمال صحت کے لیے مفید ہے۔

خوبانی چاہے خشک ہو یا تازہ، دونوں صورتوں میں یہ فاتحہ کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ فاتحہ انسانی جسم میں موجود برے کو لیسٹرول کی سطح کو کم کرتا ہے، جس سے ہمارے دل کو تحفظ ملتا ہے۔ دوسری جانب فاتحہ، انسانی جسم میں اچھے کو لیسٹرول کی سطح میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ خوبانی میں موجود پوٹاشیم سے دل کی دھڑکن ریگو لیٹ ہوتی ہے۔ خوبانی میں پالیا جانے والا لائیکوپین دل کے لیے نہایت مضر کو لیسٹرول (LDL) کی سطح کم کر کے شریانوں کو صاف رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین دن میں روزانہ کم از کم دو، چار خوبانیاں کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور خوبانی غذائی ریشہ سے بھر پور ہوتی ہے اور یہ ہاضمہ کے لیے بہترین ثابت ہوتی ہے۔ اس پہل میں شامل فیٹی ایڈ تیری سے آئتوں کی صفائی کرتے ہوئے انہیں مختلف یماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ غذائی ماہرین تجویز کرتے ہیں کہ جن افراد کا معدہ کمزور ہو، وہ کھانا کھانے سے قبل خوبانی استعمال کریں تو بد ہضمی اور پیٹ کے جملہ امراض میں شفافیت ہے۔ خوبانی کھانے سے قبض کی شکایت دور ہوتی ہے۔

اس علاقے میں سرطان جیسے مودی مرض کا نام و نشان نہیں شاید اس لیے کہ وہ لوگ خوبانی کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ خوبانی کی چلنی، مریہ، اور اچار بھی ڈالا جاتا ہے۔ اور نزلہ، زکام رہتا ہو، گلے میں خراش ہو تو آپ خوبانیاں کھا کر ہلکی نیم گرم چائے پی لیجئے فائدہ ہو گا۔ خون میں تیز ابیت بڑھ جاتے تو بڑی اذیت ہوتی ہے۔ گرفتی کے موسم میں تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ ایسے میں اڑھائی چھٹا نک خشک خوبانی اور ایک تو لے ایرانی عناب رات کو نیم گرم ڈیڑھ پاؤ پانی میں بھگوڈ تبحیر۔ سچ مل چھان کر حسب خواہش نمک یا چینی ملا کر پی لیجئے۔ اس سے خون صاف ہوتا ہے اور تیز ابیت دور ہو جاتی ہے۔ بھائی سجاد صاحب بتا رہے تھے کہ یہاں خوبانی سکھا کر سال بھر کے لیے محفوظ کر لی جاتی ہے۔ ابھی خوبانیوں کا لطف اٹھا رہے تھے کہ بھائی سجاد الدین صاحب کا چھوٹا بھائی شہتوت لے کے آگیا۔ شہتوت کا نام تو آپ نے

سناہی ہو گا۔ یہ پھل گرمیوں کی سوغات ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک سوغات شہتوت بھی ہے۔ یہ گرمیوں میں صرف تھوڑے سے وقت کے لئے آتے ہیں اور ہر انسان اس موسم میں ان سے لطف اٹھانے کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ لیکن یہ چھوٹا سا پھل صرف اپنے میٹھے ذائقے کے ساتھ ہی نہیں آتا بلکہ اپنے ساتھ بہت سے صحت مند فائدے بھی لاتا ہے، تو ت سفید کا مزاج گرم تر ہے۔ جبکہ تو ت سیاہ سرد تر ہے۔ شہتوت یا تو ت ایک چیز کے دونام ہیں۔ پاک وہند میں شہتوت بڑی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ رنگت کے لحاظ سے شہتوت سبز، لال، سفید اور کالے ہوتے ہیں۔ کالے شہتوت زیادہ مفید ہوتے ہیں۔ پنج بوڑھے اور خواتین سمجھی اس کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ موسم گرمائیں شہتوت مارچ کے آخر میں بازار میں بھی ملن شروع ہو جاتے ہیں۔ نہ صرف یہ ستا پھل ہے بلکہ عام مل جاتا ہے۔ اس پھل کو خشک کر کے بھی کھایا جاتا ہے۔ دیسے تو شہتوت کا ذائقہ بڑا امزیدار ہے لیکن خشک حالت میں بھی یہ لذیز ہوتا ہے۔ موسم گرمائی کے تمام پھل بڑے شوق سے کھائے جاتے ہیں لیکن شہتوت کھانے کا اپنا ہی ایک مزہ ہے۔ اس کا رس عام طور پر طبعی لحاظ سے فائدہ مند ہوتا ہے اکثر طبیب اپنے مریضوں کو شہتوت کا رس پینے کہتے ہیں۔ جو شخص روزانہ ان کا استعمال کرتا ہے وہ قبض جیسے مرض سے محفوظ رہتا ہے۔ شہتوت انسان کے مدافعتی نظام کو مظبوط کرتا ہے۔ شہتوت دو گھنٹوں میں ہضم بھی ہو جاتا ہے۔ شہتوت کا شربت اگر گرمی کے موسم میں انتظام کیا جائے تو اس سے گرمی کی شدت کم محسوس ہوتی ہے۔ ☆ شہتوت چڑچڑاپن، غصہ اور گھبراہٹ سے محفوظ رکھتا ہے۔ ☆ شہتوت سکون پہنچاتا ہے۔ ☆ شہتوت خون کا سبب بنتا ہے۔ ☆ شہتوت جگر اور تلقی کے لئے نہایت مفید چیز ہے۔ ☆ شہتوت ام الامر ارض قبض کو دور کرتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لاسکتے ہیں کہ شہتوت قدرت کا کتنا انمول تخفہ ہے۔ چترال میں درختوں سے تازہ خوبانیاں اور شہتوت توڑ کر کھانا شاید کمچی نہ بھلا سکیں گے۔

کھانے کے دوران انہوں نے ہمیں چترال کی ثقافت و لکچر، تاریخ و جغرافیہ ساری ای باتیا، ہمارے امیر صاحب نے کہا بھائی سجاد صاحب کو کہا کہ آپ صحیح سے ہمارے ساتھ جائیں گے، ہماری رہنمائی کریں اور گائیڈنگ کریں گے کہ ہم نے کون کون سی جگہیں دیکھنی ہیں، اور ساتھ ہی مجلس برخاست کرنے کا کہا اور فرمایا نماز فجر انشاء اللہ سائزے پار بنجے ہو گئی اور جس ساتھی کی بھی آنکھ کھلے وہ سب کو اٹھادے۔

صحیح سب ساتھیوں نماز فخر جماعت کے ساتھ ادا کی، مشورے سے سب نے اپنے انفرادی معمولات سرانجام دئے، اشراق سے فارغ ہو کر جب بندہ باہر نکلا تو ہمارے امیر صاحب پنجے وادی کا نظارہ کر رہے تھے، پنجاب کے برعکس یہاں آپ کو اخروٹ، ناشپاٹی اور آڑو کے باغات زیادہ ملیں گے جو اپنے آپ میں ایک خوب صورت نظارہ ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں درختوں پر جھولتے جنگلی اخروٹ اور ناشپاٹیاں ایک خواب ناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ یہاں کے لوگ بہت سیدھے سادے، خوش مزاج اور مہمان نواز ہیں۔ زیادہ تر لوگ کاروبار کے ساتھ ساتھ پہاڑوں پر موجود اپنے چھوٹے چھوٹے زمین کے لہنوں پر کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ لوپیا، چاول اور دنبے/ بکرے کا گوشت یہاں کی پرندیدہ غذا ہیں۔

ایک شاندار ناشستے کے بعد ہم گرم چشمہ کی طرف روایا ہو گئے، گرم چشمے کا معروف زمانہ گرم پانی کے پنج گنڈھک کا پہاڑ ہے جس میں سے اس پانی کا چشمہ نکلتا ہے کہا جاتا ہے کہ گرم چشمہ کے گرم پانی میں غسل کرنے سے جلدی بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

چترال سے نکلتے ہی راستے میں ہمارے گائیڈ نے بتایا کہ یہ آغا خان یونیورسٹی ہے، آغا خان یونیورسٹی کو 1983ء میں غیر سرکاری اور خود مختار یورنیورسٹی ہونے کی سند حاصل ہوئی۔ یہ یورنیورسٹی صحت کے شعبے سے متعلق ہے۔ ہمارے امیر صاحب گائیڈ سے آغا خانیوں کے عقائد کے متعلق دریافت فرماتے رہے، وہ اپنی معلومات کی حد تک جواب دینے کی

کوشش کی لیکن میرے خیال سے ان کا جواب کوئی تسلی بخش نہ تھا۔ سفر سے واپسی پر اس موضوع پر مطالعہ کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

آغا خانی فرقہ اسماعیلیہ کی ایک شاخ ہے سر آغا خان کی پرستش کرتا ہے ان کے اندر خدائی حلول کا اعتقاد رکھتا ہے ان کا طریقہ نماز مسلمانوں کی نماز سے جدا گاہ ہے یہ فرقہ گمراہ اور کافر ہے۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۶ ص ۶۲) اسماعیلی / آغا خانی فرقہ مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے، اس لیے اسماعیلی / آغا خانی فرقے کو مسلمان سمجھنا غلط ہے۔ پاکستان میں جن افراد کو آغا خانی کہا جاتا ہے ان کا ابتدائی تعلق اسماعیلی مذہب کی زاری شاخ سے ہے۔ اسماعیلی مذہب کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے او اخ میں ہوئی اسماعیلیہ ان فرقوں کا اسم عام ہے جو حضرت امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد آپ کے فرزند اسماعیل یا امام کے پوتے محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہم کی امامت کے معتقد میں اور مختلف ممالک میں مختلف ناموں "باطنیہ، تعلیمیہ، سبعیہ اور حشیشیہ، ملاحدہ، قرامطہ" کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ آن کے دور کے علماء نے ان کے عقائد پر نقد و نظر کے بعد ان کو خارج از اسلام قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر تباریخوں میں اسماعیلیوں کا ذکر روافض باطنیہ یا ملاحدہ کے عنوان کے تحت کیا گیا ہے۔ اسماعیلیہ سے متعلق زیادہ تر لڑی پھر عربی یا انگریزی زبان میں موجود ہے، جس کے سہل الحصول نہ ہونے کی وجہ سے عوام اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ دوسرے اس ایک ہزار سال میں گمراہی میں مزید اضافہ ہی ہوا ہے۔ اور "اسماعیلیہ" فرقہ شیعہ کی ایک شاخ ہے، اسماعیلیہ کے عقائد شیعہ ہی کی طرح بلکہ ان سے بھی آگے ہیں، یہ فرقہ اسلام سے متصادم عقائد کی وجہ سے دائرة اسلام سے خارج ہے۔

چترال ائرپورٹ

یہ ہوائی اڈہ یعنی ائیر پورٹ چترال شہر کے مرکز سے تقریباً 15 منٹ کی مسافت پر آغا یونیورسٹی سے تھوڑا سا آگے واقع ہے۔ اس ہوائی اڈے سے ہفتے میں صرف ایک فلاٹ اسلام آباد جاتی ہے، اور ہفتے میں ایک ہی فلاٹ پشاور جاتی ہے۔ اس ائیر پورٹ کے ارگرد کے مناظر انتہائی منفرد ہیں جس کی خوبصورتی کا اصل اندازہ وہاں جا کر ہی ہوتا ہے۔ ائیر پورٹ چھوٹا اور اس کا رن وے بھی دریا کے ساتھ ساتھ لمبائی میں ہے، میرے خیال سے یہاں طیارے کو اتارنا کسی ماہر سے ماہر پانچٹ کو بھی نہ سزدہ کر دیتا ہو گا، یہ ائیر پورٹ اپنے چھوٹے سے رن وے پر پانچٹوں کی مہارت کا متحان لے رہا ہے۔ خاص طور پر بڑے طیاروں کے لیے تو ایک کلو میٹر سے بھی چھوٹے رن وے پر اتارنا کسی چیلنج سے کہنیں۔

گرم چشمہ چترال سے 45 کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ چترال سے گرم چشمہ کا راستہ کچا پکا ہے اور تقریباً تین سے چار گھنٹے میں جیپ یا باکیک سے پہنچا جاسکتا ہے۔ وجہ اس کی بڑی واضح یعنی خطرناک خشک پہاڑی سلسلہ راستہ ٹوٹا چھوٹا اور انتہائی ٹکستہ حال سڑکوں کی شکستگی اور خستہ حالی ہے۔ سڑک بھی اونچائی کی حدود کو چھوٹی ہے تو بھی انتہائی نشیب میں اترتی۔ کہیں پہاڑ رنگ بدلتے ہیں تو کہیں چٹانیں۔ کہیں پہاڑ کی کھوہ میں انسان خزانے اور پانی سے سونا تلاش کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں کھیتیاں اگاتے۔ کہیں لب سڑک بستیاں ہیں تو کہیں پہاڑ کی ڈھلوانوں کی زینت بنے کھیت ہیں تو کہیں چلوں کے باغات۔

بھائی شہزاد کا خیر مقدم

رستے میں دائیں طرف نیچے دریا کا پانی پھرول سے پلگرا تا ہوا مخالف سمت میں بہہ

رہا ہے۔ ہم کچھ ہی آگے چلیں تو ایک پل آتا ہے، ہمارے گائیڈ بھائی سجاد الدین صاحب بولے دریا کی دوسری طرف قصبه میں میرا ایک دوست اور کلاس فیلو ہے، اس کے پاس جانا ہے، ہم پل عبور کر کے اس قصبے میں داخل ہوئے، چند منٹ کے پیل سفر کرنے پر بھائی شہزاد اور ان کے بھائی نے ہمیں خیر مقدم کیا، جو کہ ہمارے گائیڈ کے دوست تھے، ان کا گھر بالکل پہاڑ کے دامن میں ہے، ان کے گھر کے صحن سے بھی ارد گرد کا بھر پور حسن رفتہ رفتہ ہمارے سامنے بے نقاب ہوتا گیا۔ شفاف پانی کے بے شمار چشمے لگناتے ہوئے شور مچاتے ہوئے گرہے تھے سیبوں اور خوبانیوں کے درخت راستے میں بھی اور یہاں گھروں کی دیواروں پر جھکے پڑے ہیں۔ بھائی شہزاد صاحب کے بھائی تازہ خوبانیاں کی ٹڑے بھر کر لے آئے، ہم نے اس علاقے کی سوغات سے پورا پورا انصاف کیا، اس کے بعد انہوں نے چائے سے تواضع کی تقریباً 60 منٹ بعد ہم نے وہاں سے رخصت لی۔

قصبہ سے نکل کر دریا کا پل عبور کر کے ہمارا قافلہ پھر موسفر ہو گیا، ہمارے گائیڈ نے بتایا کہ گرم چشمے تک ایک لمحنے کا سفر ابھی باقی ہے، چڑال کی سر زمین اپنے اندر بہت سے اسرار سیمیہ ہوتے ہے، گرم چشمہ بھی ان ہی میں شامل ہے۔ اس میں موسم بہار میں بھی گرم پانی ہوتا ہے۔ آس پاس کے تمام چشموں اور آبی گزر کا ہوں کا پانی برف سے زیادہ سرد ہوتا ہے، مگر اس گرم چشمے میں گرم پانی ہوتا ہے۔

دریا کے دونوں طرف پہاڑی ڈھلوانوں پر درجہ بدرجہ بلند ہوتے ہوئے ملکتی و گندم کے سر بز کھیت ہیں۔ کھیتوں کی منڈیوں پر ناشپاتی، خوبانی، اخروٹ اور سیب کے درخت بچلوں کے بوجھ سے دو ہرے نظر آتے ہیں۔ صرف چڑال سے تحصیل لٹکوہ کے درمیانی راستے میں ہی نہیں بلکہ لٹکوہ کے صدر مقام گرم چشمہ کی حدود میں بھی ہر طرف پھیلی ہوئی نظر آئی۔ گرم چشمہ میں تقریباً 65 فیصد اسما علیٰ کمیوٹی سے وابستہ لوگ رہائش پذیر

یہاں دارالعلوم تبلیغ الاسلام کو گرم چشمہ کا حسن قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ دارالعلوم اس علاقے میں سب طلباء و طالبات کی تعلیمی اور تربیتی ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی فلاحی سرگرمیوں کے بل بوتے پر علاقہ کی "تعمیر و ترقی" میں بھی بھر پور کردار ادا کر رہا ہے۔ اس مدرسے کے تمام ساتھی چترال جماعت تبلیغ کے شوریٰ کے ممبر ان ہیں۔

گرم چشمہ

گرم چشمہ بہت ہی خوبصورت اور حسیرت انگیز جگہ ہے۔ پہاڑ کے دامن سے کچھ پانی کے چشمے نکلتے ہیں جن کا پانی بہت گرم ہوتا ہے۔ اتنا گرم کہ انہاں بھی اُبُل جاتے۔ اس پانی میں گندھک کی کچھ مقدار ہوتی ہے جو کہ جلدی بیماریوں میں بے مفید ہے۔ یہاں ایک جامعہ مسجد بھی موجود ہے۔ ٹھنڈی جگہ گرم پانی سے وضو کرنا بھی بہت راحت انگیز ہے۔ گرم چشمہ کے قرب و جوار موجود گھروں کے فرش کے نیچے سے یہ گرم پانی کچھ اس طرح سے گزارا جاتا ہے کہ کمرے پورا مال گرم رہتے ہے۔ گرمیوں کے موسم میں ان کمروں میں بیٹھنا موال ہوتا ہے لیکن سردیوں میں جب 4 سے 5 فٹ تک برف پڑی ہوتی ہے تو یہی کمرے ان لوگوں کے لیے راحت کا باعث ہوتے ہیں آگ جلانے یا میرٹ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی پانی گرم کرنے کی کھانوں میں بھی یہی پانی استعمال ہوتا ہے۔

چترال کا جو گرم چشمہ ہے اس میں سیاح اور مختلف امراض میں بستا لوگوں کی ایک کثیر تعداد آتی ہے۔ گرم پانی سے نہانے کے لیے تالاب بھی ہیں اور واش روم بھی بنائے جا چکے ہیں مگر ان میں ٹھیک ٹھاک رقم چارج کی جاتی ہے۔ انتظامات درست نہیں ہیں۔ جس جگہ سے پانی نکلتا ہے وہاں سے پائپ لائنوں کے ذریعے گرم پانی مختلف جگہوں میں لے جایا گیا ہے۔ مدرسہ تبلیغ الاسلام چونکہ گرم چشمہ کے پہلو میں ہے اس لیے پانی کی ایک بڑی مقدار

کو مدرسے میں لایا گیا ہے۔ مدرسے میں گرم پانی سے نہانے کا بہترین انتظام ہے۔ مہمانوں کو یہ سہولت فری میں دی جاتی ہے۔ پانچ تالاب میں اور کچی غسل خانے گرم چشمے کا پانی بہت گرم ہے۔ اس میں دوسرا ٹھنڈا اپانی نہ ملایا جائے تو نہانا ممکن نہیں۔

”گرم چشمہ“ کہنے کی حد تک سیاحتی مقام بھی ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ وہاں سیاحوں کے لئے کوئی ایک بھی سہولت میسر نہیں ہے، انکوہ کے صدر مقام گرم چشمہ سے افغانستان کے صوبہ بدخشاں کی سرحد تقریباً چار گھنٹے کی مسافت پر ہے، صوبہ نورستان بھی تقریباً اسی مسافت پر واقع ہے۔

مدرسہ تبلیغ الاسلام میں ایک گرم کمرہ خصوصی طور پر بنایا گیا ہے۔ اس کمرے کے فرش کے نیچے چشمہ کا گرم پانی پہنچایا گیا ہے۔ آپ کمرے کے پکی فرش پر پاؤں رکھیں تو ٹھیک ٹھاک گرمائش ہونے لگے گی کیونکہ فرش کے نیچے گرم پانی ہے مدرسہ میں ایک اور کاریگری کی گئی ہے کہ کچھ کمروں کی دیواروں میں پائوں کی وائزگ کی گئی ہے اور ان کے ذریعے گرم پانی گزارا گیا ہے۔ جس کی تپش سے سردیوں میں پورا کمرہ گرم ہو جاتا ہے۔

اور کئی مقامات پر گرم چشمے

چترال کے علاوہ بھی کئی مقامات پر گرم چشمے موجود ہیں۔ گلگت بلستان کے علاقہ گوہر آباد رائیکوٹ کے مقام پر بھی گرم چشمے موجود ہیں۔ جسے سے ”شتاپانی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کے کے اتیج میں واقع اس شتاپانی میں بھی علاج معاملے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھتا ہے مگر ممکن انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے ملک کے دیگر علاقوں سے آمد کم ہے۔ رائیکوٹ گوہر آباد میں جو گرم چشمے میں ان کی بنیاد ناٹکا پر بت ہے۔ ماہرین بتاتے ہیں کہ ان گرموں چشموں کی اصل وجہ سفر ہے جو سطح زمین سے تین کلو میٹر نیچے ہے جو تمہہ وقت ابنا

رہتا ہے۔ اس کو ”تتاپانی جیولو جیکل فالٹ“ (Geological falt) بھی کہا جاتا ہے۔ نانگ پربت گرم چشمیں کی لئے استور اور بلستان میں بھی ہے۔ کتنی امراض کے لیے شفا ہے۔ گرم چشمے کا منتظم اور لوگوں کو چشمے تک رسائی دینے والے سرکاری ملازم کا کہنا ہے کہ تتاپانی گرم چشمے امراض دل، موٹاپا اور دیگر بیماریوں کے لیے اکیر کی جیشیت رکھتے ہیں۔ رائے کوٹ گرم چشمے اتنے گرم ہیں کہ انڈہ اور آلو آسانی سے پکایا جاسکتا ہے۔ اور ان تمام باتوں کی تصدیق برارم غلام بنی رائے کوٹ بھی کر رہے ہیں۔

ایک مشہور زمانہ گرم چشمہ تاجکستان میں بھی ہے۔ سیاح لوگ وہاں بھی کثرت سے جاتے ہیں۔ تاجکستان گرم چشمہ میں جو پانی آتا ہے وہ برف نما چیز سے پکل کر آتا ہے۔ یا پانی میں پایا جاتا ہے۔ کوئی گند ہک ہوگا۔ ممکن ہے کہ اوپر برف ہو اور نیچے زیر میں گند ہک ہو۔ گرم چشمہ اور گرم فوارے امریکہ میں بھی ہیں۔ امریکہ کے یلو اسٹون نیشنل پارک میں دنیا کے سب سے بڑے گرم فوارے ہیں۔ گراند پریسمنک چشمہ بھی ہے جو امریکہ کا سب سے بڑا گرم چشمہ ہے۔ امریکہ کا یہ چشمہ قوس قزح کے رنگوں کا 250 فٹ چوڑا اور 300 فٹ لمبا ہے۔ اس چشمے کے عین وسط میں پانی کارنگ مکمل نیلا ہے جبکہ چاروں اطراف میں نارنگی، لال اور پیلارنگ کا پانی ہوتا ہے۔ چشمے کے قلب میں آبی درجہ حرارت اس قدر گرم ہے کہ وہاں پر کسی آبی جانور کی زندگی ممکن نہیں۔ یہ چشمہ معنیات سے بھی مالا مال ہے۔

عین گرم چشمہ اور مدرسہ تبلیغ الاسلام سے پورا گرم چشمے کا علاقہ نظر آتا ہے۔ یہاں اکثریت اسماعیلی برادری کی ہے۔ دونوں فریقین میں لڑائی جھگڑے نہیں ہوتے میں مختلف سماجی اور معاشرتی معاملات میں بہترین کو آرڈینیشن موجود ہے۔ آپ جب بھی گرم چشمہ جائے تو عین اس جگہ جہاں سے گرم پانی نکلتا ہے میں کھڑے ہو کر نظر ارہ کریں تو آپ کو نیلاماں شفاف پانی، دور تک سرسیز و شاداب فصلوں کی ہریالی، جیسی نگوں کے امتزاج

والے پھاڑ، پھاڑوں کی جو ٹیوں پر برف اور ان کے اوٹ میں گھونٹنے والے بادل نظر آئیں گے۔ اور چونکہ گرم چشمہ تھوڑی اونچائی پر ہے۔ وہاں سے کچی مٹی، گارے اور پکی اینٹوں کی سادہ عمارتیں بھی نظر آئیں گی اور رنگ اور رنگین مزاج انہوں کی بنائی ہوئی رنگ آفریں، جدت پسند، نقش وزگار اور مزین و آرائش شدہ بڑی بڑی عمارتیں بھی نظر نواز ہوں گی۔ انسان اپنی حقیقت بھول جاتا ہے ورنہ تو بڑی بڑی فلک بوس عمارتیں بنانا اور ان پر فخر کرنا مغضوب قوموں کا شعار ہے۔ قوم عاد و ثمود کی یہی روشن رہی ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہر گز یہ طریقہ نہیں رہا ہے۔ جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ”کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل“ یعنی دنیا میں ایسا رہ جیسے کوئی پردیسی یا راہ چلتا مسافر۔ ہم ظہر تک وہاں رہے، نماز ظہر جماعت کے ادا کر کے وہاں سے چلے، واپسی پر ہمارے گائیڈ جناب بھائی سجاد صاحب نے بتایا کہ ان پھاڑی جنگلات میں مارخور حب انور پایا جاتا ہے۔

مارخور کا تعارف

مارخور ایک قسم کا جگلی بکرا جس کے سینگوں کا طول چار فٹ ہوتا ہے اور یہ لگلت اور کوہ سلیمان میں پایا جاتا ہے، سانپ کھانا سے مسرغوب ہوتا ہے۔ مارخور کا نام تھوڑا عجیب ہے۔ پشتوا اور فارسی زبان میں ”مار“ کے معنی یہی سانپ اور ”خور“ سے مراد ہے کھانے والا یعنی ”سانپ کھانے والا جانور“۔ ویسے یہ ایک چرندہ ہے اور سانپ نہیں کھا سکتا۔ اس کی وجہ تسمیہ شاید اس کے بل دار سینگوں کی سانپ سے مشابہت ہو سکتی ہے یا اس جانور کا سانپوں کو مارنا۔ مقامی لوگ کہانیوں کے مطابق مارخور سانپ کو مار کر اس کو چبا جاتا ہے اور اس جگالی کے نتیجے میں اس کے منہ سے جھاگ نکلتی ہے جو پیچے گر کر خشک اور سخت ہو جاتی ہے۔ لوگ یہ خشک

جھاگ ڈھونڈتے ہیں اور اس کو سانپ کے کاٹنے کے علاج میں استعمال کرتے ہیں۔
 مارخور پھاڑی جانور ہے اور 600 سے 3600 میٹر تک کی بلندی پر پایا جاتا
 ہے۔ یہ عام طور پر شاہ بلوط، صنوبر اور درفراں کے جھاڑ زدہ جنگلوں میں رہتے ہیں۔ مارخور دن
 میں چرنے پھرنے والا جانور ہے اور زیادہ تر صحیح سورے یا سہ پھر کے وقت نظر آتا ہے۔ ان
 کی خوارک موسم کے ساتھ تبدیل ہوتی ہے۔ موسم گرم اور بہار میں یہ گھاس چرتے ہیں جبکہ
 سرد یوں میں درختوں کے پتے کھاتے ہیں۔ جوڑے بنانے کا عمل سرد یوں میں ہوتا ہے
 اور زایک دوسرے کے سینگوں میں سینگ پھنسا کے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے نظر
 آتے ہیں۔ مادہ کا حمل 135 سے 170 دن تک ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ایک یادو
 (کبھی کبھار تین) میمنے پیدا ہوتے ہیں۔ مارخور یوڑ کی شکل میں رہتے ہیں جس کی تعداد 9
 تک ہوتی ہے۔ ریوڑ میں بالغ مادائیں اور ان کے پچھے شامل ہوتے ہیں۔ بالغ زعموماً
 اکیلے رہنا پسند کرتے ہیں۔ ان کی آوازیں بکری سے ملتی جلتی ہوتی ہیں۔ موسم سرما کے اوائل
 میں ز اور مادہ ایک ساتھ کھلے گھاس کے میدانوں میں پائے جاتے ہیں، جبکہ گرمیوں میں ز
 جنگلوں میں ہی رہتے ہیں اور مادائیں پتھریلی چٹانوں پر چڑھ جاتی ہیں۔ مجموعی طور پر واپسی کا
 سفر بھی بہت خوب رہا عصر کچھ پہلے ہم چترال شاہی مسجد میں پہنچے، معلوم ہوا کہ نماز 10:6 پر
 ہے ساتھیوں نے مسجد سے ملحت باہر سبزے پر درختوں کے سامنے میں لیٹ گئے نماز تک
 ہمارے گائیڈ کے سواب ساتھیوں نے آرام کر لیا۔

شاہی مسجد چترال

یہ چترال کے قلعے سے متصل دریائے چترال کے کنارے پر واقع ہے۔ اسے
 چترال کی شاہی ریاست کے حکمران سر شجاع الملک نے 1924 میں تعمیر کیا تھا۔ شہر کے

وسط میں واقع پیدل سفر کیا جاسکتا ہے اور اگر کوئی شہر میں رہتا ہے تو آسانی سے اس تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کی بناؤٹ کو دیکھا جائے تو مغلوں کی تعمیر سے مشاہدہ رکھتا ہے۔ اس کی سفید دیواریں اور گلابی پیاز جسے گنبد اس کو شمالی پاکستان کی ایک خاص مخصوص مساجد میں سے ایک بنادیتا ہے، اور دور سے دیکھا جاسکتا ہے۔ بادشاہی مسجد چترال ریاست چترال کے دور کی یادگار مسجد ہے یہ عظیم الشان مسجد چترال کے سابق حکمرانوں کی ایک شاندار مثال ہے اور یہ مسجد چترال شہر کی شاخت بن چکی ہے۔ یہ چترال کی پہلی بڑی مسجد ہے، جس میں بیک وقت 6 ہزار لوگ نماز ادا کر سکتے ہیں۔ اس مسجد کا انداز تعمیر جامع مسجد سنبھری پشاور سے بہت ملتا جلتا ہے۔

شاہی قلعہ

ہم نماز کے متصل بعد شاہی قلعے کی طرف چلے۔ چترال کے قلعوں کی تعمیر میں لکڑی کو پتھر کی دیواروں کے ساتھ استعمال کرتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ لکڑی کا استعمال چترال جیسے خشک موسم میں کار آمد رہتا ہے۔ اس خط میں قلعے ویسے نہیں ہوتے جیسا قلعہ لاہور ہے، پر ہبہت اور پروقار بلکہ یہ ایک مستطیل یا چوکور احاطہ ہوتا ہے جس کی دیواریں مٹی پتھر اور چوبی شتہریوں سے اٹھائی جاتی ہیں اور بہت زیادہ بلند بھی نہیں ہوتیں۔ چاروں کونوں پر گہبانی کے چورس برج ہوتے ہیں اور اندر عامر رہائشی تعمیرات۔ قلعے کی تعمیر مقامی لوگوں نے اس وقت کے مقامی طرز تعمیر کے مطابق کی تھی۔ یہاں چترال کے حکمران یا ہمہ تر ہاکر تے تھے۔ قلعہ کا قدیم حصہ خالص مقامی طرز تعمیر کا آئینہ دار ہے۔ یہ قلعہ 1895ء میں تعمیر کیا گیا تھا مگر اس پر حملے کے دوران بیشتر حصہ منہدم ہو گیا تھا۔ قلعے کا بنیادی حصہ 1926ء میں دوبارہ تعمیر کیا گیا، جس میں قلعے کا بیرونی حصہ، دربار ہاں اور دفاتر کی عمارت تعمیر کی گئی جبکہ مزید تعمیر نہ

1940ء کی دہائی میں ہوئی، جس میں مغل طرز کے مرکزی دروازے کی تعمیر بھی شامل ہے۔ یہ دروازہ اب بھی اپنی تمام تر خستہ حالی اور بدحالی کے باوجود خوش نما ہے۔ قلعے کے باہر مانشی کی زنگ آلو دتو پیں بھی موجود ہیں۔ تاہم، یہ قلعہ اس وقت کے بعد میڈی مغل طرز تعمیر کا ایک حسین امتزاج معلوم ہوتا ہے۔ قلعہ کی دو جانب بڑے بڑے سرسبز باغات موجود ہیں۔

چترال صدیوں سے یورپی اور ایشیائی حکمرانوں کی راہ گزر رہا ہے۔ یہیوں کہ یہ چین اور شمالی مغربی ہندوستان کے درمیان شارٹ کٹ تھا۔ اس لیے بے حد اہم راستہ تھا۔ چنانچہ پہلے یہاں بده آئے پھر اسما عیلی آئے، ان کے بعد عرب آئے۔ بر صغیر پر انگریز قباضت ہوئے تو چترال بھی ان کے زیر نگیں رہا۔ ماں کو پولو خود تو چترال نہیں آیا لیکن اپنے چین کے سفر نامے میں اس کا ذکر ضرور کرتا ہے۔ باقی قلعہ مضمکہ خیز حد تک غیر دل چسپ ہے۔ مرے پہ سودرے اب مقامی پولیس اسے اپنے تصرف میں لیے ہوتے ہے اور سیاح کو مرکزی چھاٹک پر ”رہائشی عمارت۔ داخلہ بند ہے۔“ کی تھیٹنگی ملتی ہے۔ اور اگر کوئی پھر بھی اندر جانے کی کوشش کرے تو اسے سختی سے روک دیا جاتا ہے۔

یہاں چنار کے گھنے، قدیم اور کافی بلند پیر ہتھے۔ تم قلعے سے متصل سیبوں اور اخروں کے پیڑوں سے بھرے باغیچے کے گرد گھوم کر دریا کی طرف چلے گئے۔ سرمئی دریا بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔ دریا کا مشرقی کنارہ شام کی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ پھاڑ خشک اور زرد تھے جن کی ڈھلوانوں پر آبادیاں تھیں۔ سامنے شایی مسجد کے دو گنبد اور مینار نظر آتے تھے۔ میں نے ویں بلندی سے کچھ لمحے منہدم قلعے کے آثار دیکھا بکیا دیواریں، چتین، تہے خانے، کھڑکیاں، دروازے، سب شکستہ، اجڑا اور غاموش بے جان سے تھے جن سے یہ قلعہ آباد تھا وہ کہاں گئے۔

چترال کاتبلیغی مرکز

تحوڑی دیر قلعہ میں رک کر امیر صاحب کے حکم سے اپنے گائیڈ کی رہنمائی میں آگے کی طرف روانہ ہو گئے، رستے ہی میں مشورہ ہوا تبلیغی مرکز کے امیر صاحب کی زیارت و ملاقات کرنی چاہتے، انداز آپا خی سات منٹ کی ڈرائیور کے بعد مرکز کی میں لگی میں داخل ہو رہے تھے، مرکز کے گیٹ کے سامنے ہی مرکز کے امیر حاجی امان اللہ صاحب کھیس جانے کے لئے تیار تھے، ہمنوار دوکو دیکھ کر کے گئے، عند الملاقات ہمارے گائیڈ بھائی سجاد صاحب نے سب کا تعارف کرایا، مصافحہ و معافی کے بعد وہ ہمارے امیر جناب حضرت مولانا قاری حفیظ الرحمن صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے متصل ایک حال میں لے گئے۔ وہاں دو دھواں اور آموں سے ہماری تواضع کی اور ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ پر گفتگو کرتے رہے زیادہ تر مخاطب وہ قاری صاحب ہی سے تھے، کیونکہ وہ چکوال اپنے تشکیل میں قاری صاحب کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کر کے گئے۔

تبلیغی جماعت ایک ایسی سرگرم، متحرک اور عمرک جامع تحریک ہے جس نے اصلاح و ارشاد اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں تقریباً ایک صدی ہونے کو ہے، بڑی کامیابی و کامرانی کیسا تھا اپنے اصول و ضوابط پر عمل کرتے ہوئے اپنے عروج و ارتقاء کی طرف رو اور دوال ہے، یہ وہ واحد تحریک ہے جس سے والبستہ لوگوں کی تعداد اربوں سے تجاوز کر چکی ہے، دراصل یہ تحریک چار دنگ عالم میں احیائے سنت و شریعت کی عظیم ترین اور موثر ترین تحریک ہے۔ موجودہ وقت میں لاکھوں لوگ ہر وقت حرکت و سفر، دین کی دعوت، اور اپنے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں، اور ان کی نگرانی میں اس وقت ساری دنیا میں دعوت و تبلیغ کے کام سے اچھے نتائج مرتب ہو رہے ہیں، تبلیغی جماعت

اس وقت جس طرح ہر جگہ اپنا کام انجام دے رہی ہے وہ اس کی اچھی مثال ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے قوم میوات میں اس دعویٰ جدوجہد کا آغاز کیا تھا اور اس کے حیثت انگلیز نتائج کاظمہ رہب سے پہلے انہیں لوگوں میں ظاہر ہوا، یہ تحریک بہت معمولی دائرے میں شروع ہوئی تھی، اس وقت اس کی کامیابی اور ایمیٹ کا اندازہ کرنا مشکل تھا لیکن آج اس کی کامیابی طشت از بام ہے، مولانا الیاس رحمہ اللہ اپنی مضطرب روح، اپنے بے چین قلب، اپنے نحیف جسم، اپنے حال اور اپنی زبان سے اس تبلیغی کام کے دائی تھے۔

اس کام کے اصل مقاصد

اس کام کا اصل مقاصد مسلمانوں کو بگڑی ہوئی حالت اور دینی و اخلاقی پستی سے نکال کر اچھے کردار کی طرف لانے کی کوشش اور انکو جماعتوں میں نکال کر مسجد کے ماحول میں دین سکھانا اور دین کے مطابق اعمال کی دعوت دینے کے ذریعے سے صحیح ایمان و دینی زندگی اختیار کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا یعنی مسلمانوں کی کامل اصلاح اور پورے نظام زندگی میں خالص دینی روح کو پیدا کرنا، یہ اس کام کے بنیادی مقاصد و تائیج ہیں اور یہ وہ عظیم مقاصد ہیں جو مسلمان کو نہایت معیاری مسلمان بنانے کے لیے دستور کی جیشیت رکھتی ہیں۔

6 نمبر یعنی چھ بنیادی باتیں

تبلیغی نظام چھ بنیادی باتوں پر منحصر ہے۔ مثلاً، کلمہ، نماز، علم و ذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت اور دعوت و تائیج۔ جماعت والے اپنے مقام پر رہ کر ان چھ باتوں کا مذاکرہ کرتے ہیں اور کبھی مخصوص ایام (تین یا دس دن، چلایا تین چلے) کے لیے گھر سے نکلتے ہیں۔ مذکورہ چھ

باتوں کا مذکورہ کرتے ہوئے وہ دوسروں کو بھی سمجھاتے ہیں۔ ظاہر ہے ان چھ اصولوں میں نہ ممکن دین کو سمیٹا جاسکتا ہے اور نہ ممکن دین کا ان پر انحصار ہے۔ اسی طرح نہ حکومتی قانون سے ان اصولوں کا بگراوہ ہے اور نہ اسلامی عقاید سے۔ نہ ان چھ باتوں میں کوئی مسلکی جھگڑا نظر آتا ہے اور نہ ہی گروہی کوئی قصیدہ گویا پچے دل سے سوچنے کے بعد ان چھ اصولوں سے کسی کا کوئی اختلاف ممکن نہیں۔

پسی بات تو یہ ہے کہ ان چھ باتوں یا اور نظام جماعت میں ایک صحت مند معاشرے کی تشکیل کا راز پوشیدہ ہے۔ اس ضمن میں گشت کی مثال دی جاسکتی ہے۔ جب گشت کے لیے لوگ مسجد سے باہر جاتے ہیں تو (یاد ہونے کے باوجود) گشت کے آداب لازمی بتائے جاتے ہیں۔ یعنی: کیسے لوگوں کو بلانا ہے۔ کیسے تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹانا ہے۔ کیسے سب کو باہم متحد ہو کر سننا ہے۔ ان کے علاوہ جماعت میں بہت سے خوبصورت بھلے دہراتے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی: ”آنکھوں کی پرددہ داری، رات کی آہ وزاری، مسجد کی چار دیواری، امیری کی تابع داری“۔ مسجددار انسان ان چار بگڑاؤں سے بہتر سماج کی تشکیل کا اصول اخذ کر سکتا ہے۔

تبیینی جماعت کے نظام پر غور کریں تو سیکھنے کی بہت سی باتیں مل جائیں گی۔ اول، تحریک کو کامیابی کے لیے کسی محنت لازمی ہے، اس کا عکس جماعت میں پوشیدہ ہے۔ کیوں کہ وہ لوگ تسلسل کے ساتھ ایک کام کرتے ہیں۔ مسجد آنے جانے اور نہیں آنے جانے والے، دونوں سے ہی ملتے ہیں اور ان سے خدا اور رسول کی باتیں کرتے ہیں۔ خصوصاً نماز کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ کسی مذہب کی برائی کرتے ہیں اور نہ ہی کسی مسلک پر کچھ اچھاتے ہیں۔ گویا تسلسل کے ساتھ وہ اپنے مشن میں ہی لگے رہتے ہیں۔ انھیں یہ کوئی پرواہ نہیں کہ مجھ پر کون نہیں رہا ہے اور کون ہمارے ساتھ مسجد آئے گا اور کون نہیں۔ گویا جہد مسلسل

ان کا کام ہے۔

الغش! ہر دور میں باطل فرقوں کی کوشش رہی ہے کہ وہ سب کو گمراہ کر کے اپنے جیسا بنالیں۔ آج بھی وہ جس قدر نشر و اشاعت اور تبلیغ کر رہے ہیں اس کے مقابلے میں حق والوں کی تبلیغ اور نشر و اشاعت صفر ہے۔ یہیک تقابل کر کے دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں حمیتیں نازل فرمائے مولانا محمد الیاس میلے کی قبر پر جنہوں نے تبلیغ کا کام جاری فرمایا تھا۔ کہ آج ان کی جماعت دنیا میں تبلیغ کر رہی ہے جن کی بدولت تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔

ہم سب ساتھی نماز مغرب کی نماز باجماعت مرکز ہی میں ادا کی اور مرکز کے امیر صاحب سے اجازت لے کر بھائی سجاد صاحب کی انتظام کردہ رہائش گاہ کی طرف روانہ ہو گئے عشاء کے کافی دیر بعد کھانا دستر خوان پر لگایا، یہ دعوت بھی اہل چترال کی مثالی دعوت تھی۔

رات کو ہی مشورہ کر لیا گیا تھا کہ صبح نماز خبر کے متصل بعدی نکلا جائے اور ساتھی اپنے اپنے معمولات اور اد و وظائف اور ذکر گاڑی میں کریں گے، اس لئے ہم نماز خبر کے بعد کلاش یا کیلاش وادی کی جانب رخت سفر ہوئے۔ کوئی بیس پچھیں منٹ کی مسافت کے بعد ہم نے میں روڈ چھوڑ دی۔ ہمارے طرف وادی ببوریت تھی۔ ایک طرف دریا اور دوسری طرف بلندو بالا پہاڑ اس وادی کی خوبصورتی میں بے پناہ اضافہ کر رہے تھے۔

کیلاش وادی

کالاش ضلع چترال کی وادی کالاش میں آباد ایک قبیلہ ہے کالاش یا کیلاش علاقے کو ”کافرستان“ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے آباو اجداد کے بارے میں مختلف قیاس آرائیاں میں کہ وہ کہاں سے بھرت کر کے آئے لیکن جوز یادہ شواہد ملتے میں وہ یہ میں کہ یہ لوگ یونان سے مختلف ممالک ہوتے ہوئے چترال آئے پھر ریاست چترال کے اس وقت کے حکمرانوں

نے انہیں اس ایک جگہ پر اٹھا کر دیا جس کا نام قبیلے کے نام وجہ سے کیلاش پڑ گیا۔ بموریت ویلی کے گاؤں آیوں سے کیلاش گاؤں کا راستہ کلو میٹر کے حساب سے تو زیادہ نہیں لیکن جب پرسفر کریں تو کم از کم دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی پہلے اس جگہ نہیں گیا تھا۔ یہ ایک تنگ اور مشکل راستہ ہے پہاڑوں کو مشکل سے بٹائی کر کے بس ایک گاڑی کے گذرنے کی جگہ بنائی گئی تھی کلو میٹر تک کراںگ کی جگہ نہیں۔ جو گاڑیاں روزمرہ اس راستے سے گزرتی ہیں ان کے ڈرائیور جانتے ہیں کہ سامنے سے آنے والی گاڑی کو کہاں رک کر راستہ دینا ہے لیکن جو لوگ پہلی دفعہ یا کبھی کبھار اس راستے پر آتے ہیں انہیں دعاوں یاد رود شریف کاورد کرنے کے علاوہ عربی زبان میں جو کچھ یاد ہوتا ہے پڑھتے سفر طکرتے ہیں۔ دوران سفر پکے ”مومن“ لگتے ہیں کسی منزل کی آمد یادوری کا اندازہ نہ ہو تو سفر بھی تجسس سے گزرتا ہے۔ ہم بھی ہر موڑ کے بعد راہ چلتے مسافر سے پوچھتے تھے کہ ”کلاش“ کتنے دور ہے۔ قریب اس کا ایک ہی جواب تھا کہ ”بس تھوڑا سا آگے“۔ یہ بنا بنا یا جواب ویسے پورے برصغیر میں ایک ہی طرز پر دیا جاتا ہے لیکن کیلاش میں زیادہ اعتماد سے دیا جاتا ہے دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم کیلاش گاؤں پہنچ گے تھوڑا آگے ایک میوز یم تھا، مولانا قاری داؤد صاحب نے میوز یم دیکھنے کی خواہش ظاہر، مشورہ ہوا کہ واپسی پر دیکھا جائے، یہ اور بات ہے کہ واپسی ان کی بریک کا نام تھا یعنی میوز یم بند تھا، اس لئے ہم اس کو دیکھنے سے محروم رہ گئے بہر کیف اس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ اس میوز یم سے آپ کو کیلاش قبیلہ کے پلچر، مذہب، رہن سہن سے متعلق پتہ چل جائے گا۔

یہ چڑال کے شمال میں 30 کلو میٹر کے فاصلے پر جو کیلاش، کی وادی ہے وہ تین دل فریب وادیوں کا مجموعہ ہے۔۔۔ یہاں کی خواتین لمبے سیاہ چونے اور پوشائیں پہنچتی اور سروں پر ٹوپیاں لگاتی ہیں، جو پیسوں اور متویوں سے بنی ہوتی ہیں۔ چڑال پاکستان کے چند

خوبصورت مقامات میں سرفہرست ہے، جس کے سریفلک برف پوش پہاڑ، دریا، لکش وادیاں، آبشار، جھرنے اور سریز، پھلدار اور سرقدار خست سیاحوں کو اپنے سحر میں جسکر لیتے ہیں۔ چترال پاکستان کے انتہائی شمالی کونے پر واقع ہے۔ چترال پہاڑوں، چشمتوں، بزر علاقوں، معدنیات، مہماں نوازوں سے بھرا ہوا ہے۔ وادی چترال کی قدرتی خوبصورتی ہر ایک کو اپنی زندگی میں ایک بار اس مقام پر جانے کی دعوت دیتی ہے۔ حکومت کو چاہتے کہ وہ سڑک کے بنیادی ڈھانچے کو بہتر بنانے کے لئے ایک جامع سیاحت کی پالیسی نافذ کرے اور سیاحوں کی صنعت میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے سرمایہ کاروں کے لئے مراعات پیش کرے۔

کیلاشیوں کے رسم و رواج

کیلاش قبیلہ قریباد و موال پہلے یہاں آ کر آباد ہوا۔ ابتداء میں ان کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی اور یہ چترال کی مختلف حصوں میں آباد تھے۔ ان میں سے بہت سارے غاذان اسلام قبول کر چکے تھے اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ بعد میں انہیں ایک ہی وادی میں رکھا گیا جسے ان کے نام کی نسبت سے کیلاش وادی کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد اب کم ہو کر کوئی چار ہزار کے قریب رہ چکی ہے۔ اس قبیلے کا باضابطہ کوئی مذہب نہیں ہے۔ یہ خدا کو تو مانتے ہیں لیکن کسی الہامی کتاب پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ہی ان کا کوئی نبی ہے۔

کیلاشی قبیلے میں خاتون کو جائزیاد میں حصہ نہیں دیا جاتا، مگر وہ گھر کی سربراہ ہوتی ہے۔ بڑے فیصلے خاتون ہی کرتی ہے۔ گھر کا خرچہ چلانا ہو، بازار سے سودا سلف لانا ہو، یہ ذمہ دار یاں خاتون خانہ ہی بناحتی ہے۔ وہ باہر جاتی ہے، کام بھی کرتی ہے۔ اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ البتہ کیلاشی خاتون غاص قسم کا لباس پہنتی ہے، جس میں ٹوپی نما خوبصورت

پر انہے جیسی چیز ہوتی ہے، جس کو ”کوپاس“ کہا جاتا ہے۔ اس کے اوپر ایک اور ٹوپی نما جیسیز ہوتی ہے، جس میں منکے اور چمک دار شیشے کے ٹکڑے لگاتے گئے ہوتے ہیں۔ اس کو مقامی زبان میں ”شوشورا“ کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بھاری بھرم قیص پہنچ جاتی ہے، جو لہنگے جیسی ہوتی ہے اور اس میں ایک کمر بند بھی ہوتا ہے۔ مقامی لوگوں کے مطابق یہ لباس خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے جس پر دس سے پندرہ ہزار روپیہ تک خرچ کیا جاتا ہے۔ بچیاں، جوان اور بوڑھی خواتین سب ایک ہی طرح کا لباس پہنتی ہیں۔ اس میں الگ الگ رنگ ہوتے ہیں، مگر سب کا کچڑا زیادہ تر کالے رنگ کا ہوتا ہے جس پر ہاتھ سے مختلف رنگ کے دھاگوں اور اون کی مدد سے گلکاری کی جاتی ہے۔ کچھ خواتین سرخ رنگ کے کپڑے بھی ہمارے موقع پر پہنتی ہیں۔

کیلاشی لوگ مل کر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے گھر چھوٹے، سادہ اور زیادہ تر کڑیوں کے بنے ہوتے ہیں، جن میں کوئی برآمدہ نہیں ہوتا۔ بس سامنے کمرے کا دروازہ ہوتا ہے۔ کوئی بڑا اور مضبوط دروازہ بھی نہیں ہوتا۔ کیلاشی عورتیں لمبی اور کالی پوشائیں پہنتی ہیں، جو کہ سیپیوں اور موتویوں سے سجائی گئی ہوتی ہیں۔ کالے لباس کی وجہ سے یہ چترال میں سیاہ پوش کہلاتے جاتے ہیں۔ کیلاش مردوں نے پاکستان میں عام استعمال کا لباس شلوار قیص اپنالی ہے اور بچوں میں بھی پاکستانی لباس عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستانی معاشرے کے برعکس عورتوں اور مردوں کا اسماجی میل ملا پڑا۔ نہیں سمجھا جاتا۔ ”باشیلانی“ ایک جدا گاؤں ہے جو کہ عورتوں کے لیے مخصوص ہے۔ یہاں حاملہ عورتیں ہی لازمی رہا۔ شپر ہوتی ہیں اور پیدا ہونے والے بچوں کو باشیلانی کہا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد عورتوں کا پاک ہونا لازم ہے اور ایک رواج بھی عام ہے جس کو اپنانے کے بعد ہی کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف واپس جا سکتی ہے۔ گھر سے فرار ہو کر شادی کا رواج عام ہے۔ نو عمر

لڑکیاں اور شادی شدہ عورتیں بھی گھر سے فرار اختیار کرتی ہیں۔ زیادہ تر یہ قبائل اس روایہ کو عمومی خیال کرتی ہے اور اس صورت میں جشن کے موقع پر قبول کر لیا جاتا ہے۔ کتنی موالعوں پر زیلی قبیلوں میں اس موضوع پر فساد بھی برپا ہو جاتا ہے۔ امن کے قائم ہونے تک تلخی برقرار رہتی ہے اور صلح عام طور پر ثالث کی موجودگی کے بغیر طنہیں ہوتی۔ صلح کے لیے جو رواج عام ہے اس کے مطابق مرد جس کے ساتھ عورت فرار اختیار کرے وہ اس عورت کے خاندان یا پہلے شوہر کو قیمت ادا کرتا ہے۔ یہ قیمت عام طور پر دنگئے خرچے کے برابر ہوتا ہے جو اس عورت کا شوہر شادی اور عورت کے خاندان کو ادا کرتا ہے۔ کیلاش قبیلے میں جس طرح شادی کی رسم ادا کی جاتی ہے اسی طرح موت پر بھی جشن منایا جاتا ہے۔ اس قبیلے کا خیال ہے کہ جس طرح انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش یاد نیا میں آمد پر خوشی منانی جاتی ہے اس طرح وہ جب اس دنیا سے جاتا ہے تو ہمیں اسی طرح جشن منانا چاہیے۔ چنانچہ اس رسم کے تحت جب اس قبیلے میں کسی مرد، غاثون یا بچے کی موت واقع ہو جاتی ہے تو اس کی میت کو کمیوٹی ہاں یا جسے دوسرے لفظوں میں عبادت گاہ کہا جاتا ہے وہاں رکھ دی جاتی ہے۔ پوری کمیوٹی وہاں اکٹھی ہوتی ہے۔ میت دو یا اس سے زیادہ دن بھی رکھی جاتی ہے۔ کمیوٹی اپنا حصہ جس کی شکل میں ڈالتی ہے۔ ان دونوں میں کم سے کم تیس یا چالیس بکرے ذبح کیے جاتے ہیں اور ساتھ بیل بھی۔ سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ جشن مناتے ہیں۔ روایتی رقص کی محفل ہوتی ہے۔ پھر جلوں کی شکل میں میت کو قبرستان تک لے جایا جاتا ہے۔ کیلاش قبیلے کے لیے عیحدہ سے قبرستان بھی بنایا گیا ہے جہاں میت کی تدفین ہوتی ہے۔ کچھ سال پہلے تک میت کی تدفین نہیں ہوتی تھی۔ میت کو تابوت میں رکھ کر کھلا چھوڑا جاتا تھا۔ کتنی عرصے تک کمیوٹی کے لوگ میت کا دیدار کرتے رہتے تھے لیکن اب یہ طریقہ بدلتا گیا ہے میت سے بدبو آنے کی وجہ سے حکومت نے دفن کرنے کی پابندی لگادی ہے اس لئے میت کو تابوت میں رکھ کر اس کی تدفین کر دی

جاتی ہے جس طرح مسلمان کرتے ہیں لیکن جس چار پانی پر جنازہ لے جایا جاتا ہے اسے اسی
قرپر کھدیا جاتا ہے۔

کیلاش کی سربزو شاداب ڈھلوانیں، شفاف پانی کے گیت کاتے چشمے، سادہ طرز
زندگی، زین پر ہر طرف لہلہتا بزرگ فضائیں پرواز کرنے والے خوبصورت پرندے دیکھنے
والوں کو علمانیت دیتے ہیں۔ پھر اڑوں کے دامن میں جاری خوبصورت چشمے انسان کی
نگاہوں پر مسحور کن اثرات مرتب کرتے ہیں۔ ایک جگہ دریا کے کنارے پر بیٹھے دریا کے شور
اور اس کے مناظر سے سب ساتھی لطف انداز ہو رہے تھے، اور بنده پاؤں کی ایڑیوں کی میل
چکیل اتار رہا تھا، مجھے دیکھ کر امیر صاحب فرمانے لگے کہ میں بیٹھے کو کہا ہوا ہے کہ تمہارے
پاؤں کی ایڑیاں میل چکیل سے بالکل صاف ہونی چاہئیں کیونکہ سجدے میں جاتے وقت
مقتدیوں کی نظریں یہی امام صاحب کے پاؤں پر پڑتی ہے، اس کے علاوہ بھی ہم جسمانی
صحت و خوبصورتی کیلئے اقدامات کرتے ہوئے ہم اکثر ایڑیوں کو بھول بلیختے ہیں اور یہی وجہ
ہے کہ میل چکیل کے ساتھ ایڑیاں پھٹ بھی جاتی ہیں نہ صرف بد صورتی کا باعث بنتی ہیں بلکہ
ان کی وجہ سے تکلیف بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ اور پھٹ ایڑیوں کی علامات جلد کے چلنے، سرخ
ہونے، گھلی، سو جن یا خون بہنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ کی ایڑیاں
بد نما دکھائی دیں، آپ انتہائی آسان طریقوں سے اس مسئلے سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اور
پھر میں نے قاری صاحب کو بتا کہ یا مجھے (ایک دفعہ بھائی عبد الشکور یہ میرا چھوٹا بھائی ہے جس
نے اور موجودہ امیر قاری صاحب ہی سے حفظ کی تکمیل ہوئی ہے) کے میرے استاذ فرماتے
تھے، کہ میرا بھی چاہتا ہے کہ مسجد کے ہر امام کو مل اتارنے والا ایک پتھر دوں، اس پر قاری
صاحب مسکرائے اور فرمانے لگے ویسا موقع اچھا ہے کہ چند پتھر اچھے اچھے ڈھونڈ کر قاری عبد
الشکور کیلئے لے جاؤ۔ اور فرمایا کہ مجھے رات سوتے وقت عتنی مرثی تھا کاٹ ہو جائے، لیکن اچھی

طرح مساوک کر کے دانتوں کو خوب صاف کر کے بستر پر آرام نکلتے جاتا ہوں، اور پاؤں کو روزانہ اچھی طرح پتھر سے رگڑ رگڑ کر پاؤں سے میل پچھل اتنا رتا ہوں۔ اسی طرح گپ شپ اور ہم سب ساتھی ہلکی چھکلی ایک دوسرے سے چھپر چھاڑ کرتے رہے، اور اچا نک بیٹھے بیٹھے ہمارے امیر مولانا قاری حفیظ الرحمن صاحب فرمانے لگے کہ دریا کتنے والوں سے اپنی پوری آب و تاب سے بہر رہا ہے، میں نے کہا سینکڑوں سال سے بلکہ ہزاروں سال سے، سبحان اللہ! اللہ کے کتنے بڑے خزانے میں، پھر قاری صاحب فرمانے لگے وَلَهُ خَزَائِنُ اللَّهِ مُؤْتَمِدٌ وَالْأَرْضُ يَعْنِي آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔

پانی اللہ کی بہت بڑی نعمت

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو جن نعمتوں سے سرفراز کیا ہے، وہ بے شمار ہیں، ان میں کچھ نعمتیں روحانی ہیں اور کچھ مادی ہیں، یہ مادی نعمتیں انسانوں کی اس بستی میں جیئنے اور رہنے کے لئے ناگزیر ہیں، ان ضرورتوں میں سب سے اہم ہوا اور ہوا کے بعد پانی ہے، ہوا اور پانی اس فراوانی کے ساتھ مہماں ہیں کہ ہمیں کبھی ان کی اہمیت اور قدرو قیمت کے بارے میں سوچنے کا خیال بھی نہیں گزرتا، غور کیجئے کہ ایک لیٹر صاف و شفاف پانی ہم بازار سے پچاس تا ساٹھ روپے میں خریدتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پانی کی بے حساب مقدار کھیت اور باغات کی آبیاری، انسان کی سیرابی اور انسان سے متعلق چیزوں کی صفائی اور دھلانی کے لئے پیدا فرمائی ہے، اگر اس پانی کی قیمت پچاس، ساٹھ کے بجائے پانچ یادس ہی روپے لیٹر کے حساب سے انسان سے وصول کی جاتی تو یہ انسان کے لئے کس قدر گراں بار ہو جاتا؟ اگر آج کیجن کا ایک سلینڈر حاصل کیا جائے تو سینکڑوں روپے قیمت ادا کرنی پڑتی ہے، انسان کو مانس لینے

کے لئے ہر وقت آسیجن مطلوب ہے، اگر اسے اس آسیجن کی قیمت ادا کرنی پڑتی تو کتنا دشوار ہوتا! یہ اللہ تعالیٰ کی شان رو بہت ہے، کہ کائنات کے اس چھوٹے سے محلہ میں جسے زمینی دنیا کہا جاتا ہے، پانی اور ہوا کی نہایت ہی وافر مقدار موجود ہے، جب کہ فضاء میں اس سے بڑے سیارے موجود ہیں؛ لیکن وہاں نہ پانی کا کوئی قطرہ دستیاب ہے اور نہ ہوا کا کوئی جھونکا، اس سے اندازہ پہنچنے کے حضرت انسان کی ضیافت و مہمان نوازی اور راحت رسانی کا کس خوبی سے انتظام کیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کا بار بار ذکر کیا ہے، ان میں ایک پانی بھی ہے؛ بلکہ فرمایا گیا کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے：“وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيًّا” (الانبیاء: ۳۰) انسان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہی ہے، جتنے بھی ذی روح جانور ہیں، ان کی زندگی کا بقاء بھی پانی ہی پر مخصر ہے؛ چوں کہ مادہ تخلیق میں بھی پانی کا ایک جزء موجود ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے انسانی نظمہ کو بھی ”ماءِ دافت“ یعنی اچھلتے ہوئے پانی سے تعبیر کیا ہے، (الطارق: ۶) اور یہ بھی فرمایا گیا کہ تمام جاندار کی تخلیق اصل میں پانی ہی سے ہوئی ہے：“وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَائِيَةٍ مِنْ مَاءً” (النور: ۲۵) نباتات کا وجود ہی پانی پر موقوف ہے، کہ اسی سے زمین سے کوئی نسلیں نکلتی ہیں اور پھر آہستہ آہستہ سایہ دار درختوں اور یہاں تے ہوئے سربز پودوں کے سانچے میں داخل جاتی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت دیکھنے کہ انسان کے لئے کس طرح پانی کا انتظام کیا جاتا ہے، دنیا بھر کا استعمال شدہ گندہ اور آلودہ پانی دریاوں، نہروں اور ندیوں کے ذریعہ اپنی تمام غلطتوں کے ساتھ سمندر تک پہنچتا ہے، سمندر کا نمکین پانی اس آلودگی کو جذب کر لیتا ہے، اگر سمندر کے کھارے پانی میں آلودگی کو جذب کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو انسان کے لئے اس کرۂ ارض پر حینا د و بھر ہو جاتا، پھر ایک طرف سمندر کی تہہ میں گندھک کی پچھی ہوئی چادر پانی کو گھلاتی ہے اور دوسری طرف سورج اپنے

چکر کو بھون بھون کر سمندر کی اوپری سطح کو گرم کرتا ہے، یہاں تک کہ سمندر سے بھاپ اٹھتی ہے اور ہوا نیں اسے گود لے کر اڑان کھٹوالا بن فغاوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور ایک ایسی سطح پر لے جاتی ہیں، کہ اسی بھاپ میں کثافت پیدا ہوتی ہے اور اب یہ ابرا رحمت بن کر ہوا کے دوش پر سوار فضاء کی سیر کرتا رہتا ہے اور جہاں چاہے برس جاتا ہے۔

پھر اس میں بھی خدا کا نظام قدرت یہ ہے کہ محراوں اور ریگتوں کو چوں کہا پینے بقاء کے لئے پانی کی چند اس ضرورت نہیں، اس لئے وہاں کم سے کم بارش ہوتی ہے، جہاں سر سبز و شاداب کھیت ہوں، درخت اور جنگلات ہوں، وہاں پانی کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، کہ ان کا بقاء پانی ہی پر موقوف ہے، اس لئے یہاں بادل کی نگاہ التفات بھی بڑھ جاتی ہے، غالباً اللہ تعالیٰ کے اسی نظامِ ربوبیت کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ پودوں اور جانوروں کی وجہ سے اللہ بارش نازل فرماتے ہیں؛ چوں کہ جہاں درخت اور جنگلات ہوتے ہیں، ویں پا تو اوز جنگلی، چلنے والے اور سینگنے والے جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کی بہتات ہوتی ہے۔

یہ پانی کا ظاہری اور نظر آنے والا نظام ہے؛ لیکن اصل قوت خدا کی قوت ہے، جس کے اشارے اور حکم سے ہی انسان کو کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے اور وہ کسی نعمت سے محروم کیا جاتا ہے، اب یہی دلکھنے کہ سمندر کے پانی کی حرارت اور سورج کی پیش کم ویشہ ہمیشہ رہتی ہے، ہوا نیں بھی ایک طرف سے دوسری طرف اپنا سفر جاری رکھتی ہیں، بادل بھی فضاء میں جگہ جگہ اپنے گھروندے بنائے رہتا ہے، بوجی ہوئی زمین اور نیم مردہ درخت ہر سال موسم گرم میں آسمان کی طرف دست سوال پھیلائے رہتے ہیں؛ لیکن کسی سال معتدل بارش ہوتی ہے، کسی سال ضرورت سے زیادہ اور کسی سال خشک سالی اور قحط کی وجہ سے زمین قطرہ کو ترس جاتی ہے، یہ وہی مثبت خداوندی کا کرشمہ ہے، کہ جب اس کی مثبت نہیں ہوتی تو ظاہری اسباب

کے موجود ہونے کے باوجود مطلوب نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن مجید سے وابستگی رکھنے والے پریمہ مناظر دیکھ کر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرآن مجید کی بہت سی آیات اُس کے ذہن میں گردش کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ اور انسان سبزہ زاروں، نہروں، دریاؤں اور خوبصورت بلند و بالا پہاڑوں کو دیکھ کر حسن فطرت میں کچھ اس انداز سے کھو جاتا ہے کہ وہ ان حسین مناظر سے فقط اُس وقت ہی لطف اندو ز نہیں ہوتا بلکہ جب بھی اُن کی یاد آتی ہے تو اس وقت اُن دلکش مناظر کے دل فریب اثرات کو اپنے دل و دماغ میں ارتبا ہوا محسوس کرتا ہے۔ قدرت کے حسین مناظر دیکھ کر ایک عام انسان کے ذہن میں جو غاکہ ابھرتا ہے، اس کا نتیجہ فطرت کے مناظر کی تحسین اور تعریف کی شکل میں نکلتا ہے۔

شیخاندہ میں لکڑی کی عمارتیں

بھائی سجاد الدین صاحب نے امیر صاحب سے کہا کہ تھوڑا آگے کیلاش وادی کا آخری گاؤں ہے شینندہ وہاں جاتے ہیں، گاڑی میں سوار ہو کر شینندہ کی طرف رواں ہو گئے، راستے میں جگہ جگہ لکڑی کی خوبصورت عمارتیں، اور ڈبل سٹوریاں حیرت کی باتیں کہ سب کام لکڑی کا لکڑی کے گھر اور عمارتیں اپنی ایک الگ شان اور لکھنی رکھتے ہیں۔ ہماری مصروف زندگی میں قدرتی احساس دمحوس کرنے کے لیے لکڑی کے گھر بہت اچھا انتخاب ہیں، یہ ہمیں فطرت سے جوڑتے ہیں۔ لکڑی کے مکانوں کے ڈیزائن جدید طرز سے بنائے جاتے ہیں۔ لکڑی کے مکان آپ کی مرثی کے مطابق مختلف سائز کے بنائے جاسکتے ہیں۔ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آج کے دور میں بھی لکڑی کا استعمال کیوں کیا جاتا ہے؟ بہت سی وجوہات میں سے سب سے اہم اور بڑی وجہ یہ ہے کہ لکڑی پائیدار، محفوظ اور مضبوط ہوتی ہے۔

لکڑی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ با آسانی منتقل کیا جاسکتا ہے۔ اگر گھر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بنانا ہو تو لکڑی کو دوبارہ استعمال میں لاایا جاسکتا ہے۔

کچھ علاقے ایسے ہوتے ہیں جہاں کی مٹی بھر بری یا جلد ڈھننے والی ہوتی تو وہاں پر اینٹوں سے گھر بنانے کی بجائے لکڑی کے گھر بنانے کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کچھ لکڑیوں کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ پانی کے خلاف مزاحمت رکھتی ہیں۔ درختوں کی لکڑی سے بنائے گئے مکانات تجدید کے قابل، ماحول دوست اور پائیدار ہوتے ہیں۔ اینٹوں، پتھر اور بجروں کے مقابلے میں لکڑی کا گھر تعمیر کرنے میں وقت کی بچت ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات لکڑی کے گھر بناتے وقت اس پر موسمی حالات اثر انداز نہیں ہوتے جبکہ اینٹوں کے مکانات بناتے وقت موسم خراب ہونے کی صورت میں کام بند کرنا پڑتا ہے۔ اور لکڑی کی ایسی عمارتیں سخت موسمیاتی حالات اور زلزلے کی شدت کو بھی نمایاں حد تک برداشت کر سکتی ہیں۔

اس لئے جنگلات اور پہاڑوں کے قریب رہنے کی وجہ سے یہاں کے لوگ لکڑی کے کام میں ایک خاص مہارت رکھتے ہیں۔ لکڑی کو کھود کر نقش و نگار بنانے کا ہزار ان کی گھٹی میں پڑا ہے۔ ان کے ہاتھ کی مہارت یہاں کے پرانے گھروں، مسجدوں اور قلعوں کے ستونوں، کھڑکیوں اور دروازوں میں بھی جھلکتی ہے۔ گھروں میں خواتین خوب صورت قالین اور کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتی ہیں۔ یہاں تدوڑ بھی گھروں میں بنانے کا رواج ہے۔

چڑال چوں کے پہاڑی علاقہ ہے اور موسم زیادہ تر سرد ہوتا ہے، تو ان کے گھر سرد موسم کو مدنظر رکھ کر بناتے جاتے ہیں، جن میں آگ جلانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔ تقریباً تمام گھروں میں آگ کی میگیٹھی ہوتی ہے جس میں لکڑیاں ڈال کر جلانی جاتی ہیں۔ گھروں کو گرم رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کی مدد سے کھانا بھی تیار کیا جاتا ہے۔ دھواں گھر سے باہر نکالنے کے لیے ٹین کا پانپ استعمال کیا جاتا ہے جو کہ تقریباً ہر گھر کی چھت پر نظر آتا ہے۔ گرمیوں کے

موسم میں لکڑیوں کو ذخیرہ کیا جاتا ہے جن کو سردیوں میں جلا جاتا ہے۔

کیلاش میں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برادر ہے لوگ چوری، غیبت، بہتان وغیرہ سے ڈرتے ہیں۔ جھگڑے بہت کم ہوتے ہیں۔ کیلاشی بہت توہم پرست ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر کسی کامال کھایا، یا چوری کر لیا تو بہت بڑی سزا ملے گی۔ اس عمل سے نہ صرف اس کو بلکہ اس کے خاندان کو بھی بہت بڑا نقصان ہو گا۔

بہر کیف! تین وادیوں بمحرومیت، رمبور اور بریر پر مشتمل ضلع چترال کا حصہ کیلاش ایک خوبصورت علاقہ ہے۔ معدومیت کے خطرے کا شکار یہ قبیلہ اپنے منفرد مذہب، رسم و رواج اور لباس کی وجہ سے دنیا بھر میں اپنی الگ شاخت رکھتا ہے اور ہر سال ہزاروں سیاح اندر وون اور بیرون ملک سے یہی رنگ دیکھنے کھچنے چلے آتے ہیں۔

سِلاجیت اصل نقل میں فرق

پہاڑوں، سبزہ زاروں، آب شاروں، چشموں کا نظارہ کرتے کرتے راستے میں ایک بابا جی پھیری والے مل گئے جو سلاجیت پیچ رہے تھے، بھائی تو صیف صاحب نے ہمارے امیر صاحب کو کہا سلاجیت لینی ہے آپ دیکھیں کہ یہ اصل ہے یا نقل، امیر صاحب نے خوب جانچ پر کھکھ بتایا کہ یہ صاف کرنے والی ہے، اور ساتھ صاف کرنے کا طریقہ بھی بتایا، پھر بھائی تو صیف صاحب اور مولانا قاری داؤود صاحب نے حسب ضرورت سلاجیت خریدی، پھر ہمارے امیر صاحب اس کے بارے بتانے لگے کہ سلاجیت، شمالی پاکستان بالخصوص نگر، چترال اور کالاش کے پہاڑوں سے تکنے والا ایک مادہ ہے۔ اسکا رنگ سیاہی مائل چالکیٹ کی طرح ہوتا ہے بعض پہاڑوں میں گرمی کی شدت کے باعث دراڑوں کے اندر سے ایک قسم کی گوند کی طرح کامادہ خارج ہو کر جنم جاتا ہے، یہ مادہ پہاڑ کی درزوں / دراڑوں میں از خود

بنتا ہے، یہ ایک ٹھوں مادہ ہوتا ہے جس میں نامیاتی اجزاء، بنا تاتی ریشے اور ارٹی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ سلاجیت کو آگ پر جلانے سے گرتی نہیں بلکہ بلکہ چھوٹ جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر اصلی سلاجیت کا دھواں سفید ہوتا ہے جبکہ نکلی کا سیاہ ہوتا ہے۔ سلاجیت کی شاخت یعنی اس کے اصل اور نقل ہونے کی شاخت کا طریقہ یہ ہے کہ سلاجیت کو پانی میں بھگو دیں اور انگلی سے رگڑ کر اٹھائیں، اگر تار جیسے ریشے نکلیں تو اصلی ہے، اور اگر سلاجیت پانی میں حل ہو ناشروع ہو جائے تو نقلی ہے۔ استعمال سے قبل سلاجیت کی صفائی کا طریقہ: سلاجیت کو صاف کرنے کے لئے اس کو گرم پانی میں آدھے دن تک بھگو دیں، اس کے بعد باریک مملک کے پکڑے سے چھان لیں، چھنے ہوئے پانی کو دھوپ میں رکھ دیں، اس کے اوپر بالائی آئے گی اس کو اتار لیں اور جب تک بالائی آتی رہے اتارتے رہیں، یہی صاف سلاجیت ہے، اس کے بعد پھر بھی بالائی آتی ہے اور اسی طرح اتار لی جاتی ہے جب بالائی اوپر آتی بند ہو جائے تو درد پھینک دی جاتی ہے۔ سلاجیت ٹوٹی ہوئی ٹردیوں کو جوڑنے اور جسم کو گرمائش دینے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ عموماً یہ مردانہ کمزوری دور کرنے کے لیے دو اکے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ہر مرض کے لئے مفید ہے اعصابی امراض میں بکثرت اس کا استعمال ہوتا ہے اعصاب کو طاقت دیتی ہے۔ اگرچہ سلاجیت پیشتاب آور ہے، مگر اس کو "سلسل ابول" یعنی بار بار پیشتاب آنا میں استعمال کیا جائے تو پیشتاب کی زیادتی کو روک کر مثانہ کو قوی کرتی ہے۔ سردیوں میں اس کی معمولی اسی مقدار کھانے سے سردی کا احساس ختم ہوتا ہے۔

شیانہ سے واپس ہوئے، نماز ظہر جماعت کے ساتھ کیلاش میں ہی پڑھی، اس کے بعد پیٹ پوچائی خاطر ایک درمیانے درجہ کے ہوٹل میں سب ساتھیوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا، رب تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا، ہوٹل کا با اخلاق عملہ جیسے ہمارے امیر صاحب نے

کہا، انہوں نے ایسا ہی کیا اور پانچ بندوں کا کھانے کا بل۔ بہت مناسب آیا وہ بھی ایک سیاحتی مقام پر جیر اٹگی ہوئی، یکونکہ مری اور ناراں، کاغان کی مہنگائی اور لوٹ مار کی انتہا ہے، کسی کا حق مار لینا ہمارے معاشرے میں عام سے بات ہے، حالانکہ اسلام میں دوسروں کے حقوق کا خیال اور ہمدردی کے لئے اخلاق حسن کی اہمیت مسلسلہ ہے اور اسوہ حسنہ اخلاق کی معراج ہے ہم جیسے لوگوں کے لئے اچھے اخلاق کے نمونوں پر عمل تقریباً ناممکن ہے مگر کم از کم اس کی نقل کی سعی تو ہونی چاہئے کو شش کی جانی چاہئے کہ ہمارے ہاتھوں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک مسلمان کی پہچان

جب تک اخلاقی حسن لوگوں میں باقی رہتا ہے وہ اپنے فرائض کو ذمہ داری اور خوش دلی سے ادا کرتے ہیں اور جب اس حسن کو نقصان پہنچتا ہے تو معاشرہ بھی گراوٹ اور انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے جہاں تک دین اسلام کا تعلق ہے اسلام میں ایمان اور اخلاق دوالگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ ایک مسلمان کی پہچان ہی اخلاق سے ہے اگر اخلاق نہیں تو مسلمان بھی نہیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ دعویٰ اسلام اور مسلمان کا ہوا اور اخلاق سے عاری ہو۔ ہمارے لئے اخلاق کا جو معیار اور نمونہ مقرر ہے اگر ہمارا معاشرہ اس پر عمل کرے تو معاشرے سے تمام اخلاقی خرابیاں خود بخود ختم ہو سکتی ہیں اور معاشرہ امن اخوت اور بھائی چارہ کا گوارہ بن سکتا ہے دیکھا جائے تو آج دنیا میں اسلام اور دین ہمارے ہی ہاتھوں بدنام اور اس کا حقیقی چہرہ مسخ ہو چکا ہے یہ کسی اور نے نہیں خود ہم نے کیا ہے۔ آج دنیا ہم پر نہستی ہے تو وہ کچھ غلط نہیں کرتی ہم خود ہی خود کو تضییک کے قابل بنایا ہے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اخلاق بگاڑ آج ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے اور ہم اپنے اخلاق کے بگاڑ اور تباہی کے باعث جن حالات کا شکار بن رہے ہیں ہمیں اس کا ذرا بھی احساس نہیں۔

خوبانیوں کا شربت

کھانے سے فارغ ہو کر ہمارا قافلہ واپسی کیلئے روانہ ہو گیا، کیونکہ بھائی محمد تو صیف صاحب نے صحیح اسلام آباد ڈیوٹی پر جانا تھا، ان کی چھٹی آج ختم ہو رہی تھی۔ چند کلو میٹر چلنے کے برلب سڑک ہی ایک جوس والی دکان کے بالکل متصل ہی قاری داؤد صاحب گاڑی روک دی، ہم سب ساتھی دکان کے بالکل سامنے ایک تختہ انداز اچھا بائی آٹھ فٹ کا ہو گا جس پر تالین اور تکیہ پڑے تھے، یہ تختہ چھوٹی سی ندی کے اوپر تھا، اور ندی زور و شور سے بہہ رہی تھی، بڑا ہی دلفریب منظر تھا، ہمارے امیر صاحب نے سب کو ایک ایک گلاس خوبانیوں کا جوس پلایا، یہ جوس میٹھا اور ترش دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ جو لوگ میٹھا پسند نہیں کرتے وہ تھوڑا نمک ڈال لیتے ہیں اور جنہیں زیادہ نمک پسند نہیں ان کے لیے میٹھا ہی بنایا جاتا ہے۔ اور جوس کے اوپر خوبانیوں کی گھٹلیوں سے نکلنے والی گریوں کو سفوف بنانا کرو پر ڈالا جاتا ہے۔ اس علاقے کے کے لوگ خوبانی کو مسمیاتی بیماریوں کے علاج میں بطور دوا بھی استعمال کرتی ہے۔ جہاں خوبانی کا ہر یہ سہ زکام یا سردی لگنے کی صورت میں تین سے چار بار پلانے سے شکایت دور ہو جاتی ہے ویں موسم گرمائی میں خوبانی کا فرحت بخش شربت گرمی کا احساس دور کرتا ہے۔

پھر ہمارا قافلہ روانہ ہوا اور آئیوں سے چند کلو میٹر آگے میں روڈ پر بھائی سجاد الدین صاحب کو اتارا شکریہ اور دعاوں کے ساتھ سب ساتھیوں نے رخصت کیا جو تین دن سے ہماری گائیڈنگ اور رہنمائی کر رہے تھے، واپسی پر ہم سوائے نماز، رات کے کھانے اور چائے وغیرہ کے علاوہ نہیں رکے، ڈرائیور کے فرائض قاری داؤد صاحب اور ہمارے امیر صاحب سر انجام دیتے رہے، اسلام آباد ڈول پلازے سے آگے یہ ذمہ واری بھائی محمد تو صیف صاحب نے قبول فرمائی، بدھ کی صحیح 6 بجے کے ارد گرد اودھ رووال چوک پر مولوی اویس میرا منتظر تھا

، دس منٹ کے بعد بعافیت گھر پہنچ گیا، الحمد للہ واشکر اللہ!

چترال کے سفر میں کئی قسم کے رنگ

ہم نے چترال کے سفر میں کمی قسم کے رنگ اور رنگینیاں دیکھی۔ ان انوں کی رنگینیاں، پہاڑوں کی رنگینیاں، چند پرندی کی رنگینیاں، لباس کی رنگینیاں، حیوانات کی رنگینیاں، درختوں کی رنگینیاں، غرض فطرت خداوندی کی ہزار ہار رنگینیاں اور نقوش باصرہ نواز ہوئیں۔ پھر مختلف ممالک و مذاہب کی رنگینیاں، بالخصوص کیلائیشوں کی رنگین شفاقت، زرق برق لباس اور بہت کچھ دیکھا جو بھی سانہبیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام خوبصورتیاں، رنگینیاں انسان کی فائدے کے لیے بنائی ہے اور مسخر بھی کی ہے مگر ناداں انسان ان سے فائدہ سمجھنے کے بجائے ان کا اسیر ہو کر رہ گیا۔ ان جھلملاتے رنگوں کو دیکھ کر دل میں سوچنے لگا کہ ایسی صورت حال میں انسان کو چاہیے کہ صرف اللہ کے رنگ میں رنگ جائے، اس کے رنگ کے حصول کے لیے اپنی صلاتیں، اپنی طاقت، مال و جان، دل و دماغ غرض ہر چیز کھپا دے۔ یہی میرے اللہ کا بھی فرمان ہے۔ ”صبغة اللہ، ومن احسن من اللہ صبغة و خن لہ عبد ون“ یعنی اللہ کا رنگ بھلاکی اور کارنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہو سکتا ہے؟ اور ہم اسی کے ہی عبادت گزار میں۔ اللہ اللہ کر کے سفر نامہ” تین روز چترال کی وادیوں میں تمام ہوا، اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔



کی چند رکاوٹیں

